ہر شہر میں جنگل پھیل گیا

انوار فریدی

Marfat.com

اہتمام اشاعت

محمد ابرار حنیف مُغل

جملہ حقوق بحقِ مُصنّف محفوظ ہیں

نام کتاب : : : ہر شہر میں جنگل پھیل گیا

مصنف : : : انوار فریدی

اشاعتِ اول : : اکتوبر ۱۹۹۷ء

سرورق : : : رانا ریاض

کتابت : : : قمر یزدانی

قیمت : : : [redacted] روپے

مطبع : : : این۔ بی پرنٹرز لاہور

ناشر : : : المدینہ پبلیکیشنز۔ لاہور

Marfat.com

اضطراب بخشے۔ دہکتے سورج کے سائے سائے میں جب اپنے فنی سفر پہ نکلتا ہوں تو احساس کی دیواروں پہ جمی باتیں قطرہ قطرہ پگھل کر شاعری کا روپ دھارتی چلی جاتی ہیں۔ اداسیوں کے اُجاڑ رستوں پر کٹھن محرومیوں کے زرد پتّے چُنتے ہوئے اِک ہجومِ بیکراں کے اس منظر نامے میں میری بصارتوں کے لیے کوئی پُرسہ نہیں۔ میری سماعتیں اجاڑ آنکھوں کے ویران روزنوں کے اُس طرف ستارے پھانکتی اندھی ہواؤں کے شور کی زد میں ہیں۔ یہ دہکتی ہوئی گلیوں میں تیزی سے اترتا ہُوا زہریلی باس کا مُہلک جادو۔ شفاف تمنّاؤں کے ریشم میں لپٹے خوابوں کے سِسکیاں لیتے اور بجھے بجھے جاں بہ لب جگنو، رگِ جاں میں تیزاب کی صورت مرگِ صدا کے اُترتے ہوئے بے کنار سنّاٹے، خوشبوؤں کو زخم دیتی خنجر بکف اور زہر آلود ہوائیں، سہمی سہمی اداس شاموں کے احوال پہ ماتم کرتی بے نور صبحیں، اُجڑی اُجڑی ویران صبحوں کے اضطراب کی بے رنگ ہتھیلیوں پر نوحے لکھتی بے رُوح شامیں، مقتلوں کے میلے میں رقص کرتے ہوئے جبر و استبداد کی خونی جھنکار، جسموں سے لمحہ لمحہ لہو نچوڑتے ہوئے روگ، پلکوں کی بھیگی بھیگی جھالروں کے اُس پار آگ پیتی اور شرارے اگلتی سوچیں، شہر شہر جنازوں میں ڈھلتی ہوئی گل بکف تمنّاؤں کی سیج، چہرہ چہرہ شادابیوں کو اپنی لپیٹ میں لیتی ہوئی درد کی راکھ، قدم قدم سازشوں اور منافقتوں کے عذاب، شہ رگوں میں محرومیوں کے ٹوٹتے ہوئے نشتر، قتل گاہوں کا رُوپ دھارتے ہوئے چوراہے اور بازار بستیوں کے چار جانب کراہتی خواہشوں، جاگتے زخموں، ہانپتے سانسوں، بھڑکتے شعلوں، ٹوٹتے خوابوں، بدلتے رنگوں، سُلگتی آنکھوں، بھیگتی پلکوں، اُجڑتی نیندوں، تڑپتی آسوں، چیختی ہچکیوں، ڈوبتی نبضوں، دہکتی سوچوں اور

Marfat.com

اِنتساب

لوح و قلم اور حرف و صوت کے خالق اپنے پیارے

اللہ رَبُّ العزّت کے نام!

جس نے مجھے انسانیت کے جذبوں، کراہوں اور

آنسوؤں کو زبان دے کر صفحۂ قرطاس پر سجانے کا

ھنر اور توفیق عطا کی!

شکریہ میرے مولا جانی! شکریہ!

میرے جسم کا رواں رواں سجدۂ شکر بجا لاتے

ہوئے تیرے حضور سپاس گزار ہے!

انوار فریدی

Marfat.com

بکھرتی چیخوں کے سلسلہ در سلسلہ پھیلتے ہوئے سنگین دائرے ۔ بے جہت راستوں کی جگر سوز تھکن کے کوہِ گراں تلے دبے نیم مُردہ انسانی ڈھانچے، حنا کے نُور سے محروم ہتھیلیاں، گلستانوں کی حفاظت پر مسلّط آتش فشانیاں، آتے جاتے گونگے بہرے لمحوں کی ڈور سے بندھی ہوئی تنہائیاں، بجھتی آنکھوں کے بوسیدہ فانوسوں کو کرن کرن چاٹتے ہوئے شب تاب اندھیرے، محبّتوں اور چاہتوں کے عوض سینوں میں گڑتے اور بے حمیتی کی ہواؤں میں لہراتے ذِلتوں کے پرچم ۔ روشنی کو ترسے ہوئے تاریک دریچوں سے اترتی ہوئی مُنہ زور وحشتیں اور دھڑکنوں کے اکھڑے ہوئے خیموں میں ہچکیاں بُنتی اداس زندگی ۔ میری شاعری انہی آتش بکف اور رُوح فرسا منظروں میں احساس کے جلنے، تڑپنے، سُلگنے اور پگھلنے کے دِل خراش اور اذیّت ناک عمل سے عبارت ہے ۔

میرا فن اپنے عصری تقاضوں سے اغماض اور بے نیازی کے جرم کا مُرتکب ہوا ہے نہ ہو گا ۔ میری شاعری اپنے عہد کی شکست و ریخت کی آواز اور کرب کی دُھوپ میں لپٹی ہچکیوں کا ایک سفر نامہ ہے ۔

اس مجموعۂ کلام کا انداز، اسلوب اور مزاج "نوائے انقلاب" یا "پگھل جائیں گی زنجیریں" سے مختلف ہے ۔ اس میں ظاہراً آپ کو انقلابی للکار یا یلغار کی کوئی گھن گرج سُنائی نہیں دے گی ۔ اگر شعلوں کی طرح لہراتی اور بجلیوں کی طرح لپکتی انقلابی صدائیں ایک جذبہ ہیں تو انسانی دکھوں کی خالی ہتھیلیوں پر دھرے ہوئے آنسوؤں کے چراغ بھی تو ایک جذبہ ہیں ۔ ہر آواز، ہر جذبہ اور ہر احتجاج بھی تو لفظوں کے سانچے میں نہیں ڈھلتا، کچھ آوازیں، کچھ جذبے اور کچھ احتجاج آنسوؤں کا رُوپ دھار کے خاموشی کی زبان بھی تو بولتے ہیں

Marfat.com

نہ پوچھ کیسے دیئے بجھاتی ہوئی ہوا سے
بچا کے رکھا ہوا ہے تیرا خیال میں نے

Marfat.com

ہر شہر میں جنگل پھیل گیا

انوار فریدی

المدینہ پبلیکیشنز

4- یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ ○ 38- اُردو بازار- لاہور ○ فون: 7320682

Marfat.com

ترتیب

۱ ـــ درد کے رازوں سے آشنا ایک مختلف شاعر ـ ۱۰
از پروفیسر ڈاکٹر محمد اجمل نیازی (لاہور)

۲ ـــ سپنوں کی شال اوڑھے جاگتی آنکھیں ـ ۱۶
از محترم ستار سیّد (لاہور)

۳ ـــ ہمہ جہت شخصیت ، ہمہ جہت فنکار ـ ۲۳
از محترمہ مسرت جبیں زیبا (کویت)

۴ ـــ کرب کی دھوپ میں لپٹی ہچکیوں کا سفر نامہ ـ ۲۹
از انوار فریدی

۵ ـــ اللہ (حمد) ـــــ ۵۹

۶ ـــ سلام بحضور خیر الانام (صلے اللہ علیہ وسلم) ـــــ ۶۲

۷ ـــ اگرچہ دو کناروں کا کہیں سنگم نہیں ہوتا ـــــ ۶۴

۸ ـــ رگوں میں گونجتے اشکوں کا ساگر کون دیکھے گا ـــ ۶۶

۹ ـــ قدر دُنیا میں نہ جانیں گے زمانے والے ـــــ ۶۸

۱۰ ـــ رکھنا سدا سنبھال کے میری نشانیاں ـــــ ۷۰

۱۱ ـــ مہکے مہکے منظروں کے ٹوٹتے جادو کا دُکھ ـــــ ۷۲

۱۲ ـــ میرے نغموں میں نہاں سوزِ صدائے زخم ہے ـــ ۷۴

Marfat.com

۱۳ — جی چاہتا ہے غم کے قصے سنا سنا کر — ۷۶
۱۴ — شہر ستمگراں میں سہارا ہے تیرا نام — ۷۸
۱۵ — ہاتھ پھیلے ہیں کسی دشت کے دامن کی طرح — ۸۰
۱۶ — شہر خموشاں — ۸۱
۱۷ — روح میں چھوڑ کے بھونچال گزر جاتا ہے — ۸۲
۱۸ — کیا ضروری ہے کہ بے جان ہوں سارے پتھر — ۸۳
۱۹ — کچھ آنسو کچھ زخم چھپائے پھرتے ہیں — ۸۵
۲۰ — درد کی راکھ سے اُٹھے آنسو — ۸۷
۲۱ — دھوپ چھاؤں کا سفر — ۹۳
۲۲ — دشت میں سائے کی مذمت اے دل نادان کر — ۹۵
۲۳ — برس رہے ہیں سحاب تیرے — ۹۷
۲۴ — خدا کرے کہ سلامت رہے مرا گلشن — ۹۹
۲۵ — بیٹھ کر حالات کے زنداں میں رونے کے لیے — ۱۰۱
۲۶ — دراڑیں — ۱۰۳
۲۷ — ہر شہر میں جنگل پھیل گیا — ۱۰۴
۲۸ — زرد رُتوں میں ہم نے سوچوں کو بہلانا سیکھ لیا ہے — ۱۰۸
۲۹ — میرے پاؤں میں وہی غم کا بھنور ہے آج بھی — ۱۱۰
۳۰ — نہ لب پہ شکوہ نہ دل میں شکایتیں رکھنا — ۱۱۲
۳۱ — شہکار — ۱۱۴
۳۲ — پلکوں پہ ہر اک اشک پرویا نہیں جاتا — ۱۱۸
۳۳ — اوقات — ۱۲۰

۳۴ ــــ تنہائی میں سرگم گھولو ــــ ۱۲۱

۳۵ ــــ برس جاتا ہے جس کو دیکھ کے ساون ترا دل میں ــــ ۱۲۳

۳۶ ــــ کچھ کم نہیں تھیں دن کی دہکتی اذیتیں ــــ ۱۲۵

۳۷ ــــ در کھلنے کا عکس نظر میں رہتا ہے ــــ ۱۲۷

۳۸ ــــ بکھرتی سوچوں میں گم ــــ ۱۲۹

۳۹ ــــ کچھ منظر ایسے ہوتے ہیں ــــ ۱۳۱

۴۰ ــــ تیرے پلٹ جانے کا غم ــــ ۱۳۳

۴۱ ــــ سب سے چاہت کا سلسلہ رکھنا ــــ ۱۳۴

۴۲ ــــ تو ہجوم کرب میں تھا مگر تجھے حوصلہ بھی نہ دے سکا ــــ ۱۳۶

۴۳ ــــ آنسو لوٹتے ہیں ــــ ۱۳۸

۴۴ ــــ چہرہ حالات کا بدلا ہوا تیور ہوں میں ــــ ۱۳۹

۴۵ ــــ اک نورِ شب کو چار طرف پھیلتا رہا ــــ ۱۴۱

۴۶ ــــ نہ جانے گا زمانہ دُکھ دلوں کے ــــ ۱۴۴

۴۷ ــــ چاہت کے بے داغ اُجالے اچھے لگتے ہیں ــــ ۱۴۹

۴۸ ــــ سناٹا ــــ ۱۵۲

۴۹ ــــ اس سے کہنا ذرا ــــ ۱۵۳

۵۰ ــــ جو میرے ہر غم کو اپنے سینے لگا کے روتا، کوئی تو ہوتا ــــ ۱۵۸

۵۱ ــــ کبھی لبوں پہ بچھا لیا چُپ کا جال میں نے ــــ ۱۶۰

۵۲ ــــ تصویر ــــ ۱۶۲

۵۳ ــــ یاد کی آبشار، سناٹے ــــ ۱۶۶

۵۴ ــــ اے کاش - ! ــــ ۱۶۸

Marfat.com

۵۵ — خـزاں — ۱۷۲
۵۶ — تحفظ — ۱۷۳
۵۷ — ہائیکوز — ۱۷۴
۵۸ — کانٹوں اُلجھے اُلجھے جال جدائی میں — ۱۷۸
۵۹ — اُس نے جلا کے خواب کی دہلیز پہ دیا — ۱۸۲
۶۰ — چاہتوں کے دائرے سے جب نکل جاتے ہیں لوگ — ۱۸۴
۶۱ — سکوت — ۱۸۶
۶۲ — کیا کہوں کیا کیا ستم اک جاں پہ کرجاتی ہے رات — ۱۸۷
۶۳ — اُداسیوں میں سسک سسک کے بھرے جہاں سے گزر چکا ہے — ۱۸۹
۶۴ — گل ہر شاخ جاں کھلا کوئی — ۱۹۱
۶۵ — دو لمحے — ۱۹۳
۶۶ — اس گلی سے گزر کے دیکھ لیا — ۱۹۴
۶۷ — اُس نگر حوصلوں پہ کیا گزری — ۱۹۶
۶۸ — یاد — ۱۹۹
۶۹ — اس وقت تم کہاں تھے ؟ — ۲۰۱
۷۰ — عید — ۲۰۳
۷۱ — حسرت و یاس میں دن رات جلیں گی آنکھیں — ۲۰۴
۷۲ — اپنی ہر بات میں دے دے کے حوالے میرے — ۲۰۶
۷۳ — شجر سایہ دار — ۲۰۸
۷۴ — آخر — ۲۰۹

Marfat.com

۷۵ ـــــ غم کی برسات میں زندگی کٹ گئی ـــــ ۲۱۰

۷۶ ـــــ دل سمندر ہے ـــــ ۲۱۲

۷۷ ـــــ کفِ وجود پہ رکھا ہوا عدم ہوں میں ـــــ ۲۱۳

۷۸ ـــــ الوداع ـــــ ۲۱۵

Marfat.com

درد کے رازوں سے آشنا ایک مختلف شاعر

انوار فریدی اُن نوجوانوں میں سے ہے جن کے لیے علامہ اقبالؒ نے کہا تھا۔

ع جوانوں کو پیروں کا استاد کر

اس دھکتے ہوئے دل والے نوجوان نے جوانی کا راز پا لیا ہے اور وہ سب کچھ کرنے پر تُل گیا ہے۔ جس کی آرزو ڈھلتی ہوئی عمر میں ایک بُجھی ہوئی حسرت بن جائے۔ اس نے خوبصورت اور ولولہ انگیز شاعری کی ہے اور صرف شاعری ہی نہیں کی بلکہ اپنے عزائم اور ارادوں کی تکمیل کے لیے پیہم جدوجہد میں بھی مصروفِ عمل ہے۔ اس نے اپنے عمل اور ردعمل کو ہم رنگ کیا، اپنے غم اور غصے کو ہمراز بنایا اور ہر لمحے کی آنکھ میں وہ منظر رکھ دیا جو وہ دیکھنا چاہتا ہے۔ جو وہ دیکھنا چاہتا ہے وہ دکھانا بھی چاہتا ہے۔ اس نے نعت لکھی، غزل لکھی، نظم لکھی اور اظہار کے ان سارے منطقوں کی سرحدیں ملا دیں۔

اس کا پہلا (نعتیہ) مجموعۂ کلام "انوارِ عقیدت" پھوار بن کر لہو میں اس طرح گرتا ہے جس طرح شبنم پھولوں کی پتّیوں پہ گرتی ہے۔ اس کی انقلابی نظموں میں بھی شاعری زور کرتی ہے۔ اس کی ایک کتاب کا نام ہی "نوائے انقلاب" ہے۔ نوائے انقلاب اس کی خوشنوائی کا ایک بھرپور اظہار ہے۔ وہ جانتا ہے کہ خوشنوائی اور ہم نوائی ایک ہی چیز ہوتی ہے اور پھر اس کا ایک اور مجموعۂ کلام "پگھل جائیں گی زنجیریں" بھی بھرپور انقلابی جھنکار لیے ہوئے ہے۔ سو جب میں نے "پگھل جائیں گی زنجیریں" کو پڑھا تو محسوس

Marfat.com

ہوا کہ انوار کا اضطراب کہیں کہیں حیرانی میں بھی ڈھل جاتا ہے کہ زنجیریں پگھلتی تو ہیں مگر پھر زنجیریں بن جاتی ہیں اور پھر وہ سوچتا ہے کہ رقص تو زنجیر پہن کر بھی کیا جاتا ہے۔ وہ میری طرح اُن لوگوں میں سے ہے جو وجد اور رقص میں کوئی دُوری نہیں پاتے۔ اس کے نزدیک شیشہ آنکھیں اور پتھر ہاتھ ایک ہی کردار رکھتے ہیں۔ اس نے اپنے ایک شعری مجموعے کا نام ہی "شیشہ آنکھیں پتھّر ہاتھ" رکھ دیا۔ میں نے کہیں ایک شعر دیکھا تھا۔

شیشہ ٹوٹے غُل مچ جائے
دِل ٹوٹے آواز نہ آئے

بس یہ ہوا کہ انوار نے دل کے ٹوٹنے کی آواز سُن لی۔ اب وہ چاہتا ہے کہ یہ آواز دوسرے بھی سُن لیں اور اس کے لیے اس کے سوا کوئی اور طریقہ نہیں کہ آدمی شاعری کرے اور اچھّی شاعری کرے۔ دِلوں سے دلوں تک کی مسافت اسی دروازے سے ہو کر ہی طے کی جاسکتی ہے۔

اسی آواز کے ساتھ چلتے چلتے اسے وہ سمندر دکھائی دیا جسے اُس نے "پلکوں پار سمندر" کا نام دیا۔

میں انوار کی شاعری کی سرشاری میں کہیں اُس پار چلا گیا ہوں جب کہ میرے سامنے اُس کے تازہ مجموعۂ کلام "ہر شہر میں جنگل پھیل گیا" کا مسوّدہ رکھا ہوا ہے۔ اب تو واقعی ہر شہر میں جنگل پھیل گیا ہے۔

ایک محاورہ جنگل میں منگل کا بھی ہوتا ہے مگر اس کی کوئی جھلک انوار کی شاعری میں دکھائی نہیں دی۔ وہ بالکل اور طرح کا نوجوان ہے۔ اب تو یہ بات میری حسرتوں میں شامل ہو گئی ہے کہ کاش میں بھی اپنی جوانی میں اس طرح کے کسی احساس کو اپنے وجود میں کوئی راہ دے سکتا۔ انوار فریدی زندگی سے تو کوئی

کام لینا چاہتا ہی ہے اور وہ کام کوئی ایسا ڈھکا چھپا نہیں، وہ شاعری سے بھی کسی حد تک یہ کام لینا چاہتا ہے مگر ان دو کاموں میں اتنا فرق ہے کہ اس کی وضاحت کرنا میرے لیے مشکل ہے۔ جب دو دریاؤں کا سنگم ہوتا ہے تو دُور تک اُن کے پانی آپس میں ملتے دکھائی نہیں دیتے اور جب ملتے ہیں تو گھُل مل جاتے ہیں۔

انوآر اس دریا میں تیرنا چاہتا ہے جو اس کے اندر بہہ رہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جب یہ دریا دوسرے لوگوں کے اندر بھی بہنے لگے گا تو پھر ہم سب وہ منظر دیکھیں گے جو انوار نے دیکھا، مگر ابھی اس طرح نہیں دیکھا، جس طرح وہ دیکھنا چاہتا ہے۔ بس اسی خواہش نے اُسے مست بلکہ سرمست کر رکھا ہے۔

میں نے کہیں یہ کہا تھا کہ زمین اور چیز ہوتی ہے اور سرزمین اور چیز، انوآر ان دونوں جگہوں کا باشندہ ہے۔ وہ نہ تو وہ جگہ چھوڑنا چاہتا ہے۔ جہاں اس کا ضمیر و خمیر تیار ہوا، اور وہاں رہنے کی آرزو بھی اُسے ستاتی ہے جہاں ایک ایسی جنت موجود ہے کہ جو اب تک صرف آرزوؤں میں تڑپتی ہے۔ اور یہی تڑپ انوآر کی شاعری کا راز ہے۔

میں یہ بات پورے وثوق اور وفور سے کہہ رہا ہوں کہ انوآر ایک ایسا شاعر ہے۔ جس کا انتظار کیا جاتا ہے۔ منتظر دنیائیں اُس کے ساتھ ہیں۔ اور لوگ اُس کے لیے وہاں کھڑے ہیں جہاں شہر جنگل کے ساتھ مل رہا ہے۔ یہ شہر اور طرح کا ہے اور وہ جنگل بھی اور طرح کا ہے۔ جس کی طرف انوآر نے اشارہ کیا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں لوگ فیصلہ نہیں کر پاتے کہ وہ جنگل کا رُخ کریں یا شہر کا مگر انوآر نے شہر میں جنگل پھیلنے کی خبر سنا کر یہ اُلجھن بھی ختم کر دی ہے۔

انوار اس عمر میں بھی ایک دلِ دردمند رکھنے والا انسان ہے۔ اور جوانی میں یہ حقیقت کچھ اور رنگ لاتی ہے، کئی اور لوگوں کے پاس بھی یہ رنگ ہیں، مگر وہ رنگ کچّے ہیں۔ پکّے رنگوں کی بہار دیکھنا ہو تو انوار سے ملو، اس کی شاعری پڑھو۔ وہ ایک مختلف شاعر ہے اور مختلف شاعر ہونے سے بڑی صفت کوئی اور نہیں ہوتی اور یہ صفت انوار کو حاصل ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب انوار کی شاعری دِل سے پڑھی جائے گی تو لوگ یہ ماننے پر مجبور ہو جائیں گے۔ کہ یہ شخص کسی اور دُنیا سے آیا ہے اور دُنیا کو کوئی اور دُنیا بنا دینا چاہتا ہے۔ ایسے ہی لوگ زندگی کے اندر ایک اور زندگی کی تلاش میں رہتے ہیں۔

انوار کے لیے زندگی اور شاعری یکجان ہو چکی ہیں اور اسی عمل نے اسے یکتا کر دیا ہے۔ سنجیدگی اور شائستگی مل کر ایک ایسی شگفتگی تیار کرتی ہیں جو آج لوگوں کو میسّر نہیں۔ انوار جیسے نوجوان شاعر ہماری غریب قوم کیلئے غنیمت ہیں۔ مجھے یہ بھی ڈر نہیں کہ لوگ اُسے مالِ غنیمت سمجھ لیں گے۔ یہ وہ مالِ غنیمت ہے جو فاتح کے ساتھ ساتھ شکست کھائی ہوئی قوم کو بھی ملتا ہے اور پھر شکست فتح میں بھی بدلتی ہے۔ اور انوار کی شاعری اس لمحے سے پھُوٹتی ہے جسے فتح مند لمحہ کہا جا سکتا ہے۔

انوار فطری طور پر شاعر ہے اور ملال انسانی فطرت کی بنیاد میں پیوست ہوتا ہے۔ میرے نزدیک دَرد ایک راز ہے اور لوگ رازوں سے آشنا ہونا نہیں چاہتے۔ جس نے اس راز کو پا لیا وہ اس طرح کی شاعری کرنے لگ گیا جو انوار کرتا ہے۔

دَرد کبھی ردّ عمل بنتا ہے اور پھر اس دَرد کے اندر بغاوت کی کیفیّت نمودار ہوتی ہے۔ شاعر باغی نہیں ہوتا مگر لوگ اُسے باغی بنا دیتے ہیں۔ کبھی کسی سچّے شاعر

Marfat.com

نے بغاوت کو سیاست نہیں بننے دیا اور نہ سیاست کا شکار ہونے دیا ہے۔ وہ بغاوت کو بھی فطرت سمجھتا ہے اور جب چیزیں فطرت کے قریب رہتی ہیں تو وہ اپنی اصل سے دُور نہیں ہوتیں۔ شاعر اسی اصل سے وصل چاہتا ہے۔ مگر پورا وصل ممکن نہیں۔

اضطراب اور انقلاب میں کتنا فاصلہ ہے؟ شاعر انقلاب لانا چاہتا ہے یا نہیں لیکن وہ اضطراب ضرور لانا چاہتا ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ انوارؔ ایک مضطرب روح لے کر پیدا ہوا ہے اور وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ زندہ لوگ بے رُوح نہ ہو جائیں۔ جب وہ لوگوں کو بے روح ہوتا دیکھتا ہے تو پھر تڑپتا ہے اور اپنے تڑپنے کی تصویریں اپنی آنکھوں میں رکھ لیتا ہے۔ جنہیں لفظ دیکھتے ہیں، جس طرح دیکھنے کا حق ہوتا ہے۔

انوارؔ کی شاعری میں وہ شاعری ذرا کم ہے جو نئے نویلے نوجوانوں کا شیوہ ہوتا ہے۔ میں نے کہا ناں کہ وہ اور ہی طرح کا نوجوان ہے۔ نہ جانے الطاف حسین حالیؔ نے کن نوجوانوں کے لیے کہا تھا کہ

ع کچھ کر لو نوجوانو! اُٹھتی جوانیاں ہیں

مجھے یقین ہے کہ حالیؔ کا مخاطب انوارؔ نہیں تھا۔ وہ تو آپ اپنا مخاطب ہے۔ اُس کی شاعری میں زمانے بھر کے کرب ہجوم کرتے ہیں۔ وہ سمجھتا ہے کہ قرب بھی ایک کرب ہے۔ مگر دُوریاں بھی اُسے گھیرنے میں کامیاب ہو جاتی ہیں۔

میں انوارؔ کی شاعری کو پڑھتا ہوں تو حیران ہوتا ہوں کہ اس نے اُن کیفیتوں کو بھی محسوس کیا جو صرف میری کیفیتیں ہیں۔ میں مایوسیوں کی دہلیز پہ کھڑا ہوں اور ابھی تک باہر یا اندر جانے کی کسی آرزو کو رہنما نہیں بنا سکا۔

یہی آرزو انوار کی شاعری میں راہ بنتی دکھائی دیتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ابھی اور لکھے گا اور بہت لکھے گا، مگر یہ کب ہوگا کہ جو باتیں ہم کاغذ پہ لکھتے ہیں وہ دِلوں میں بھی لکھی جائیں۔ انوار کی شاعری ایسی ہے جو دِلوں پر لکھے جانے کے قابل ہے وہ اپنی قوّتِ بیان سے یہ معرکہ بھی کر دکھائے گا کہ دل اس کی آواز سُن کر کسی اور طرح دھڑکنا شروع کر دیں۔ مجھے بہت پہلے کا سُنا ہُوا ایک شعر یاد آرہا ہے۔

؎ تم بھی مری طرح کبھی مشکل میں آئے تھے
گھبرا کے دو جہاں سے مرے دِل میں آئے تھے

پروفیسر ڈاکٹر محمد اجمل نیازی
لاہور۔

———:o:———

سپنوں کی شال اوڑھے جاگتی آنکھیں

اس سخن دشمن زمانے میں جہاں کذب و کم مائیگی کا راج ہے۔ انوار فریدی صاحب نے مجھے اپنے نئے شعری مجموعے کا دیباچہ لکھنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔

اس ماحول میں جہاں دراز سخن اور تنک مایہ لوگ قلم قبیلہ کے سرخیل اور پردھان ہیں وہاں شاعری کے علاوہ کوئی بات باعث گردن زنی بھی ہو سکتی ہے کیونکہ شاعری میں تو ایجاز واختصار، تلمیح واستعارہ، رمز وایمار اور تفویف وابہام کی صورت میں فصاحت وبلاغت کے کئی امکانات ہیں جو ان کوتاہ سخنوں کی دسترس سے باہر ہیں اور انہیں ملول رکھتے ہیں جبکہ ہمارے لئے تخلیقی حظ کا سبب بنتے ہیں۔ ہم اس زمانے کے لیئے بھی اور آئندہ زمانوں کے لئے بھی اپنا نقشِ سخن ثبت کر جاتے ہیں اور حصول زر و منصب میں مبتلا ان ادبی بہروپیوں کے مال پر مسکرا بھی لیتے ہیں۔ انوار فریدی بھی ہمارے قبیلے کا آدمی ہے۔ پر جوش، زود گو، مصلحت ناآشنا اور اپنے ایک ایک لمحے کا حساب رکھنے والا، شاید یہی سبب ہے کہ اتنی کم عمری میں اس نے بہت زیادہ لکھ لیا۔

کارزارِ سخن میں ابھی وقوف کا لمحہ نہیں آیا کہ جہاں بیٹھ کر انسان اپنے سود و

Marfat.com

زیاں کا شمار کرتا ہے۔ تجربوں اور مشاہدوں سے بھرپور جوانی کے ایّام کسی بھی سخنور سے ایسی ہی بھرپور تخلیقی سرگرمی کا تقاضا کرتے ہیں۔ اس تگ و دَو میں "کیا کھویا کیا پایا" شاعر کا نہیں زمانے کا منصب ہے، کہ جائزہ لے، انوار فریدی بھی چڑھی ہوئی موجوں پر کمندیں پھینک رہا ہے۔

اور ؎

برائے شعرِ تازہ رات دن اِک بے قراری چاہتا ہے
زمامِ عصر تھامے اسپِ تازی کی سواری چاہتا ہے

ہمارے عہدِ نامعتبر نے رویّوں، قدروں اور لفظوں کا اعتبار ختم کر دیا ہے۔ شعری اوصاف و محاسن معائب میں ڈھل چکے، نئے رویّے اور نئی قدریں ابھی بے جہت اور بے معنیٰ ہیں، صوت پر تصویر کو فوقیت حاصل ہے۔ سیرت کی بجائے صُورت کو دیکھا جاتا ہے اور اقدار کی بجائے مقدار پیش نظر رہتی ہے، لہجوں میں نرمی نہیں، معانقوں میں گرمی نہیں اور سب کچھ ایک تواتر اور تسلسل سے ہوتا رہتا ہے، مِلنا ملانا، اُٹھنا بیٹھنا ایک رسم نبھانے کی طرح ہے، یہ ہے عہدِ جدید کا مشینی انسان، بے حس، تھکا ہوا، مضطرب، زخمی خوُر و خواب سے محرُوم، خیر و خُوبی سے دور اور مجبورِ محض ——— انوار فریدی کے اس مجموعۂ کلام کا نام "ہر شہر میں جنگل پھیل گیا"، اِنہی تلخ حقائق کے اظہار کا بھرپُور استعارہ ہے۔ یہ بڑا بلیغ اور وسیع المعانی نام ہے۔

تاریخی حوالے سے دیکھا جائے تو صرف کچھ صدیاں پہلے یہ ساری زمین جنگل ہی تو تھی، زمین اور اس کے تمام تر وسائل کے عوام ہی مالک تھے،

Marfat.com

اپنی ضرورتوں اور خواہشوں کے مطابق اِسے جو شکل چاہتے دے لیتے پھر آبادی بڑھی، سائنس نے ترقّی کی اور اس زرعی زمین پر بڑے بڑے صنعتی شہر بننے لگے، اندازِ حکمرانی بدلے، افراد اور اقوام میں وسائل پر قبضے کی جنگ تیز ہونے لگی، شہر مقتل بنتے گئے، فضاؤں کو دھوئیں اور شور کی چادر نے لپیٹ لیا، سُریلی آوازوں اور خوبصورت پروں والے پرندے ہجرت کر گئے، مگر انوار فریدی کا استعارہ، یہ جنگل، اس میں کون رہتا ہے؟ اینٹوں اور سیمنٹ سے بنے ہوئے پلازے اور دل، پتھریلی سڑکیں اور اُن پر خون آلود گرد، ویگنوں اور بسوں پر سوار ہونے کی ناکام تگ و دو میں عمریں بتاتے عوام اور ان پر دھول اڑاتی ایئر کنڈیشنڈ گاڑیوں میں سوار معزز سمگلر اور ڈاکو صاحبان دولت سے بھرے بنک اور خالی پیٹ مخلوقِ خدا، راشی افسر اور کام چور کارندے، اور یوں آہستہ آہستہ "ہر شہر میں جنگل پھیل گیا"۔

یوں تو جنگل میں کچھ خوبصورتیاں بھی ہوتی ہیں، فطرت کا حسن، تر و تازہ ہوائیں، پرندوں کے نغموں سے لبریز فضائیں، خنک اور شاداں مہکتے سائے مگر جس جنگل کی بات انوار فریدی نے کی ہے وہ بنجر بن، خون خواری اور درندگی کا ایک بلیغ استعارہ ہے، جہاں طاقت ہی قانون کا درجہ اختیار کر چکی ہے اور یوں تمام تر ارتقا اور تہذیب و تمدّن کی جانب انسانی دانش کا سفر ایک بار پھر رائیگاں ہو جاتا ہے اور کوئی دلیل و منطق، مذہب و اخلاقیات، علم و ادب، عدل و انصاف، اصول و ضابطہ، فقہ و قانون انسان

کی بے مہار طاقت کے ہاتھوں رد عمل نہیں رہتے اور جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا سا سماں پیدا ہو جاتا ہے۔

انوار فریدی جیسے ایک سرگرم اور پرجوش نوجوان نے شاعری ایک جذبۂ جہاد کے تحت کی ہے، اس کے لہجہ میں عزم اور حوصلے کی گھن گرج تو ہے ہی ایک اُمنگ بھی ہے۔ ایک آرزو بھی ہے جو التجا نہیں بن سکی پہ کہیں کہیں دُعا ضرور بن گئی ہے وہ کھلی آنکھوں سے دُنیا کو دیکھتا ہے تو کریہہ المنظر ماحول سے بیزار ہو جاتا ہے، پھر وہ اپنی جاگتی آنکھوں پہ رنگین سپنوں کی شال اوڑھ لیتا ہے اور اپنے لیے ایک دھنک تخلیق کرتا ہے جو خیال ہی سہی لیکن اس کے خوابوں سے ہم آہنگ ضرور ہے، خواب روشنی کے، خواب پھولوں کے خواب خوشبو کے اور خواب منزہ زندگی کے جو ہم سب کے مشترکہ خواب ہیں جو بنی نوع انسان کے خواب ہیں۔

انوار فریدی اپنے زمانے کا ہم سفر ہے اور شاعری اُس کی زندگی کا سفرنامہ، آئیے اس سفر کی داستان خود اُس سے سنتے ہیں؛

کم نگاہوں میں اُجالے بانٹنے کا ہے صلہ
آج ہاتھوں میں چراغوں کی بجائے زخم ہے

غم کی برسات میں زندگی کٹ گئی
یُوں ہی صدمات میں زندگی کٹ گئی

ہم کو ڈستے رہے جن کے دیوار و در
اُن مکانات میں زندگی کٹ گئی

در کھلنے کا عکس نظر میں رہتا ہے
سوچیں گھر میں، جسم سفر میں رہتا ہے

جو چور بانٹتا ہے زرِ گرفت کے ڈر سے
ہجومِ شہر اُسے بھی سخی سمجھتا ہے
میں اس کے تاج کو پاؤں میں روند سکتا ہوں
جو مفلسی کو مری بے بسی سمجھتا ہے
ڈرا رہا ہے خدا کے عذاب سے واعظ
مگر کچھ ایسے کہ خود کو بَری سمجھتا ہے

آنکھیں جل تھل کر دیتی ہیں
سوچیں پاگل کر دیتی ہیں
ہونٹوں کی خاموش فضائیں
گھر کو جنگل کر دیتی ہیں

Marfat.com

ارمانوں کی بانجھ ہوائیں
دل کو مقتل کر دیتی ہیں

چمکا ایک ہی نام دُعا کے ماتھے پر
کیا کرتا میں اور سوال جُدائی میں
اُبھرے آہٹ جیسے تیرے قدموں کی
ٹک ٹک بجتا ہے گھڑیال جُدائی میں
جاگتی ہیں انوار مرے سنگ آنکھیں بھی
سپنوں کی اِک اوڑھ کے شال جُدائی میں

شاعری میرے خیال میں زندگی کو خوبصورت رکھنے کا ایک فطری عمل ہے جس طرح ایک پھول اپنی خوشبو سے فضا کو معطر رکھنے کا باعث بنتا ہے اسی طرح ایک اچھا شعر زندگی کے حسن میں اضافہ کرتا ہے۔ شاعر کا منصب بھی یہی ہے کہ وہ زمانے سے کچھ نہیں لیتا سوائے دُکھوں کے اور اِن دُکھوں سے وہ زمانے کے لیئے امرت بناتا ہے اور زندگی کی خُوبصورتی کے عمل میں معاون ہوتا ہے۔

انوار فریدی کا اسلوب بیان بالکل نئے نویلے، تازہ دم اور نووارد شاعر کا ہے اور اس کے ساتھ ایک بُنیادی خصوصیت جو اُن کی شاعری میں ہے وہ ایک متصوفانہ طرزِ احساس ہے جو کہ نظموں کے ساتھ ساتھ

Marfat.com

غزل کے اشعار میں بھی ہمیں نظر آتا ہے، اس کے علاوہ اُن کا بھرپور خطیبانہ انداز بھی ہمیں اُن کی شاعری میں جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔

شاعر چونکہ بہت حسّاس ہوتا ہے اور وہ اپنے عہد کی سچائیوں سے علیحدہ نہیں رہ سکتا اس لیے انوار فریدی بھی اپنے عہد کی سچائیوں کو پوری طرح محسوس کرتے ہیں، وہ اپنے اشعار میں جس جرأت، جاں سپاری اور ہمّت کے ساتھ اپنے جذبات کا اظہار کرتے اور جس طرح تمام تر کلاسیکی شعری روایت اور محاسن اور زبان و قواعد کے اکتسابی تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے خیالات کو اشعار میں ڈھالتے ہیں تو اس سے بجا طور پر یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ جوں جوں ان کے اس خوبصورت رنگ میں پختگی آتی جائے گی اُن کا یہ اسلوب ایک نمائندہ حیثیت اختیار کرتا چلا جائے گا۔

وہ بنیادی طور پر غزل گو ہیں اور غزل ہر عہد کی صنفِ سخن ہے بلکہ جوں جوں وقت گزرتا جائے گا غزل معتبر اور باوقار ہوتی جائے گی، تمام تر شعری لوازمات اور خوبصورتیوں سے ہم آہنگ غزل کا ایک شعر کئی نظموں پر بھاری ہو جاتا ہے۔ غزل آج ہی کی نہیں مستقبل کی بھی صنفِ سخن ہے۔ انوار فریدی کی غزل ہمارے عہد کی غزل ہے، میرے لیے اس مجموعۂ کلام کو پڑھنا یوں تھا جیسے میں اپنے عہد کو پڑھ رہا ہوں۔

آئیے آپ بھی میرے ساتھ اپنے عہد سے ہمکلام ہوں۔

ستّار سیّد لاہور

Marfat.com

ہمہ جہت شخصیت ہمہ جہت فنکار

اگر شعر کے حوالے سے بات شروع کی جائے تو اس سے ہمارا رشتہ بہت پُرانا نکلتا ہے اور پھر ہمارے وطن عزیز کا خواب بھی تو ایک شاعر ہی نے دیکھا تھا۔

ع ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

کا ہمارے اندر نسل در نسل یہ پیغام بھی اسی شاعر مشرق رح ہی کی نوک قلم کا مرہونِ منت ہے۔ قلم علامتِ زندگی ہے اور شاعری شیوۂ پیغمبری مجھے اس بحث میں نہیں پڑنا کہ شعر کیا ہے اور شاعر کیسے بنتا ہے مجھے تو اتنا علم ہے کہ جب شاعر فکر آموز ہو۔ قدرت نے اُسے عَلَّمَہُ البیان سے بھی نواز رکھا ہو وہ سفر کو وسیلۂ ظفر جان کر اپنے اعلےٰ مقاصد کے ساتھ قریہ قریہ رواں دواں بھی ہو اور پھر احساس کا نور لیے اپنی دھن میں مگن شعر کو تیر اور قلم کو کمان جیسے ہتھیار کا نعم البدل جان کر استعمال کر رہا ہو تو ایسے میں ''انوارِ عقیدت'' ''نوائے انقلاب''۔''شیشہ آنکھیں پتھر ہاتھ''۔''پگھل جائیں گی زنجیریں'' اور ''ہر شہر میں جنگل پھیل گیا'' وغیرہ جیسی کُتب کا تخلیق ہو جانا ایک عین فطری امر ہے۔

انوار فریدی سے میرا پہلا تعارف کویت میں ''پگھل جائیں گی زنجیریں'' اور اس کی تقریبِ رونمائی کی وساطت سے ہوا۔ مَیں نے اپنی صائب رائے

صاحبِ کتاب کے بارے میں اسی وقت قائم کر لی تھی۔ اب "ہر شہر میں جنگل پھیل گیا" کے مسوّدے نے میری حتمی رائے کو بار دگر صفحہ قرطاس پر سجا دیا ہے۔ کتاب نہ صرف شاعر کا تعارف ہوتی ہے بلکہ گھومتے آئینے (REVOLVING MIRROR) کی طرح نگر نگری تہذیبی ورثوں کی جھلکیاں بھی "تبرّک" بانٹتی پھرتی ہے۔

علم کے لیے بزرگی کی کوئی شرط نہیں اور بزرگی کے لیے وراثت ضروری نہیں۔ انوار فریدی کے علمی حوالوں کی تصویر کشی کے لیے ایک علیحدہ کینوس درکار ہے اور اسکی خدمات کے لیے اس سے بھی وسیع تر۔ وہ جس کی عمر انگلیوں کی پوروں پر گنی جا سکتی ہے۔ بجھتی آنکھوں میں اُمید کی جوت جلانے کا فریضہ بطریقِ احسن ادا کر رہا ہے ہماری دلی دعائیں اس کے ساتھ ہیں اور اگر وہ ایسا نہ کرتا تو خدائے وحدہٗ لاشریک کے ہاں جوابدہ ہوتا۔

اس جواں سال منجھے ہوئے صاحب کلام اور شعلہ بیان مقرر کو کون نہیں جانتا۔ اس کا بولنا اور اس کا لکھنا دونوں میزان کے دو ایسے پلڑے ہیں جو ایک دوسرے پر بھاری ہیں جسے صرف بولنا اور لکھنا ہی نہیں بلکہ کہنا اور سننا بھی آتا ہے۔ وہ ادب برائے ادب نہیں، ادب برائے زندگی اور زندگی برائے مقصدیت کا قائل ہے اور صرف قائل ہی نہیں بلکہ عامل بھی ہے وہ اپنی ہمہ جہت شخصیت کے ساتھ عظیم تر مقاصد کے لیے عظیم تر منزل کی طرف گامزن ہے۔

انوار فریدی نے اپنے اندر کے فطری شاعر کو نہ صرف دریافت کیا ہے

Marfat.com

بلکہ اُسے پال پوس کر سدا بہار بھی رکھاہے۔ ایک فطری شاعر ہونے کی بنا پر وہ ہر منظر کو احساس کی آنکھوں سے دیکھتا ہے تو تتلیوں کے پروں کا سفوف خود بخود دیلکوں کی ترادت میں بھیگ کر ہر خلیہ چشم سے رگ جاں میں چُپ چاپ در آتا ہے اور یہی واردات قلبی فنِ لطیف کا نقطہ آغاز کہلاتی ہے۔ کسی واردات کے بغیر حروف بے گوہر سیپیوں کی طرح مُنہ اُٹھائے قلمدان کی سمت دیکھتے چلے جاتے ہیں اور جب یہ وارداتی لمحے قریۂ جاں میں اُترتے ہیں تو سوچوں کی بھول بھلیاں زندگی کی تلاش میں نرم و ملائم کرنوں کو چپکے چپکے دل کی بند مُٹھی میں کوئی جیتی جاگتی کہانی تھمانے کی انتھک جدوجہد میں جت جاتی ہیں۔ بادلوں کے ٹکڑے ننھے منے بچوں کی طرح بوچھاریں تحفے میں لاتے ہیں۔ گردشِ کی گرد اپنے آپ بیٹھتی چلی جاتی ہے ہوائیں مجسم دکھائی دینے لگتی ہیں۔ خوشبوؤں کا لمس انگلی تھام کر چلنے کی کوشش کرتا ہے تجسّس ہاتھ میں دیا لے کر منزلوں کی تلاش میں سرگرداں ہو جاتا ہے۔ کبھی اس واردات قلبی کا فیضان یوں ظہور پذیر ہوتا ہے۔

ہ ۔ چراغ، سورج، کرن، ستارا
غزل میں سارے خطاب تیرے

ہ راحت، بہار، چاندنی، خوشبو، دھنک، صبا
یکجا کریں جو سب کو تو بنتا ہے تیرا نام!

اور کبھی چاہت کی کلیوں کو سیراب کرنے کے لیے رگ جاں سے ان دیکھے سوتے پھوٹ نکلتے ہیں۔ گرم ہوا بھی چھو لے تو پھولوں کی چیخیں تک سنائی

دیتی ہیں ۔ یادوں کا زہر امرت اور آنسو آبِ حیات بن جاتے ہیں۔

برسا رہا ہے روح پہ رنگوں کی بارشیں
دھرتی سے آسمان تک پھیلا ہے تیرا نام

ذہنی پاکیزگی کلام کا جزوِ اعظم ہے کیونکہ طہارت ادب کا تقاضا ہے۔

شاید لبوں کا لمس ادب سے تھا ماورا
پلکیں ملا کے دُور سے چوما ہے تیرا نام

دراصل فنکار وقت کی سُر تال سے جو کچھ سیکھتا ہے اس کے لحن و لہجے میں دل کے اکتارے اور زبان سے سود سمیت معاشرے کو لوٹا دیتا ہے اس لیے اور استھائیاں تخلیق کرنے کا فن مفت میں ہاتھ آجاتا ہے۔

کسی کے چہرے کی گرد دھونے کی آرزو اور جستجو میں
غبارِ غم بن کے اسکی راہوں میں خود بھی کوئی بکھر چکا ہے

یہاں شاعر انفرادیت اور اجتماعیت کے دوراہے پر سستانے سوچنے اور فیصلہ کن اقدام کے لیے رک سا گیا ہے۔

میں آگ پہنوں، تو لہر اوڑھے
یہ دشت میرے، چناب تیرے
کچھ ایسے دُکھ سُکھ کو بانٹ لیں، آ
عذاب میرے، گلاب تیرے

شاعر نے بقائمی ہوش و حواس انفرادیت کو اجتماعیت پہ قربان کرنے کا فیصلہ کر کے فن کو امر کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔

Marfat.com

وقت کے ان دونوں چقماق پتھروں کے ٹکراؤ نے جس ابدی شعلے کو زندگی دی ہے اسکی حرارت نے ایک ہمہ جہت فنکار کے فن کو عمرِ دوام بخش دی ہے۔

آج کل معاشرے کی روندی ہوئی قدروں کی نذر کچھ خوبصورت اشعار!

کون بتائے آخر، کس کو، کس نے، کتنا لوٹا ہے
بستی بستی، چوروں نے بھی شور مچانا سیکھ لیا ہے

●

کاٹی ہیں میرے ہاتھ کی، ظالم نے انگلیاں
کیسے جلائے شہر میں، میرا ہنر، دیا

●

یہ کیسا دور ہے یارب کہ شر کی بستی میں
عذابِ جاں ہے ہمارا شرافتیں رکھنا

●

اک ہاتھ چُنتے چُنتے کانٹے لہو میں تر ہے
اک ہاتھ جل گیا ہے شمعیں جلا جلا کر

●

وہی اداسی، وہی سفر ہے، وہی درندے، وہی خطرے!
وہ جس میں ہم گنتے تھے چاند تارے وہ شہر جنگل سے بھر چکا ہے

Marfat.com

انوار فریدی کی شاعری مرگِ صدا، سہمی ہوئی خوشبو، آنکھیں اک لٹا گھر۔ زہر میں زمزم، خوابوں کے گہنائے سورج اور حنائے زخم جیسی زندہ ترکیبوں فکری استعاروں اور پُر مقاعد مضامین کی مُنہ بولتی اور جذبوں کی بند گرہیں کھولتی شاعری ہے جسے آج کی بانگِ درا پہ گزشتہ سے پیوستہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

ہائیکوز، غزلوں، نظموں اور قطعات وغیرہ پر مشتمل مجموعہ کلام۔ "ہر شہر میں جنگل پھیل گیا" نہ صرف نذرِ قارئین ہے بلکہ اُردو ادب میں بھی ایک خوبصورت اضافہ ہے۔

مسرت جبیں زیبا
(کویت)

Marfat.com

کرب کی دھوپ میں لپٹی ہچکیوں کا سفرنامہ

زخموں کی طرح ٹپکتی اور رتجگوں کے دھوئیں میں لپٹی آنکھیں اور شعلوں کی طرح دہکتے ہوئے احساسات رکھنے والوں کو اداسیوں اور سسکیوں کے نوحے تراشتے ہوئے میرے خوں چکاں قلم کی لہو لہو جنبشوں کا سلام پہنچے۔

میں اس مجموعۂ کلام "ہر شہر میں جنگل پھیل گیا" کی صورت میں اپنے عہد کی شکست و ریخت کی آواز میں لپٹی کُو بہ کُو پھیلتی ہوئی ہچکیوں اور پلک پلک اترتے ہوئے آنسوؤں کو سسکتے تڑپتے الفاظ کی ہتھیلیوں پہ سجا کر حساس دِلوں اور گداز دھڑکنوں کے سپرد کر رہا ہوں۔ اس اطمینان کے ساتھ کہ اس مجموعۂ کلام کی کیفیات میں اترنے اور ڈوب جانے کا حق صرف حساس دِل ہی ادا کر سکتے ہیں۔

دُور تا حدِ نظر ایک خاردار جنگل اپنی تمام تر وحشتوں کے ساتھ میرے سامنے ہے۔ کہرام مچاتی۔ بے معنی آوازوں کا گھنا جنگل ۔ سبز خوابوں کا لہو پیتا اور محرومیوں کا سیاہ دھواں اُگلتا سُلگتا اژدر گیلا جنگل ۔ کرنوں کو ترسے ہوئے دریچوں سے اترتی وحشتوں اور دیوارِ جاں پہ پھیلتی بڑھتی دراڑوں کا موت کے سائے بانٹتا اندھا جنگل ۔ بے حسی، بے ضمیری اور مفاد پرستی کی تند و تیز اور زہریلی ہواؤں سے گونجتا جنگل ۔ سازشوں سے لبریز دماغوں اور نفرتوں کے تاریک روزنوں سے جھانکتی کدورتوں کا کالا جنگل، محبتوں اور چاہتوں کی بے گور و کفن لاشوں پر رقص کرتی ہوئی منافقت

Marfat.com

کا ہرا بھرا جنگل ـــــ سونے چاندی کے کھنکتے سکّوں کے اشاروں پر طوائف کی طرح ناچتے ہوئے قانون کے پاؤں میں بندھے انصاف کے گھنگھروؤں کی ماتمی صداؤں کا چیختا جنگل ـــــ اپنوں ہی کی گولیوں کی گھن گرج میں اپنوں ہی کے سینوں سے اُبلتے چھلکتے خون کے فوّاروں اور سُرخ دھاروں کا لہراتا جنگل ـــــ گوشت پوست کے بنے ہوئے انسانی جُثّوں میں دھڑکتے بجتے سنگ صفت دِلوں کا پتھریلا جنگل ـــــ دانش کے نُور سے محروم اور احساس سے عاری نام نہاد رہبروں اور محافظوں کے ناکارہ ذہنوں، تعفّن زدہ جسموں، مفلوج روّیوں، زہر اُگلتی سوچوں، شرار سے بُنتے لفظوں اور بد باطنی کی کوکھ سے جنم لینے والے دعوؤں اور وعدوں سے شب تاریک کی طرح پھیلتی بے یقینی کی صلیب پر لٹکے زخم زخم خوابوں کا سِسکتا جنگل ـــــ دائیں بائیں، آگے پیچھے، ایک ہی سماں اور ایک ہی منظر!

اِک بستی کے حالات نہیں، اِک دو قریوں کی بات نہیں
ہر نگری میں، ہر گلشن میں، ہر مسکن میں، ہر آنگن میں
صحراؤں میں، کہساروں میں، ان گلیوں میں، بازاروں میں
ہر خواب کو ظلمت چاٹ گئی، ہر آنکھ میں کاجل پھیل گیا
ہر موڑ پہ وحشت گونج اُٹھی، ہر شہر میں جنگل پھیل گیا"

یہ معاشرہ، یہ ماحول جبر کی زہریلی ہواؤں، محرومیوں اور ناآسودگیوں کا وہ منظر نامہ ہے جہاں بہار اور پیار کے نغمے الاپنے والی مترنم کوئلیں زخمی ہو چکی ہیں۔ جہاں دھنک رنگ پَروں والے مور سہمے اور امن کی فاختائیں خُون میں تر ہیں، جہاں تیتریاں بھُوک کے آہنی شکنجوں اور نوکیلے پنجوں میں کراہتی اور بس کراہتی چلی جا رہی ہیں۔ جہاں پرندوں کے پَر بندھے اور درندے

Marfat.com

کھلے عام دندناتے پھر رہے ہیں۔ لومڑ، شیر کی کھال پہن کر اترانے اور کوّے ہنس کی چال چلنے میں مصروف عمل ہیں، جہاں زہریلے سانپ آستینوں میں پلتے اور سینوں پہ رینگتے ہیں اور ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک

ع ہر شاخ پہ اُلّو بیٹھا ہے انجام گلستاں کیا ہوگا

گیدڑ اناج کا رکھوالا ہو یا لیڈر سماج کا، اب تو کوئی فرق ہی محسوس نہیں ہوتا نسلیں یوں کٹتی ہیں جیسے فصلیں کٹ رہی ہوں۔

ہم کُو بہ کُو پھیلتی ہوئی منافقتوں، ناانصافیوں، وحشتوں، بے یقینیوں، محرومیوں اور اذیّتوں کے گھنے جنگل میں گھرے ہوئے لوگ ہیں۔ آرزوؤں اور تمناؤں نے اپنی شفّاف جبینوں پر جن منزلوں کا پتہ تحریر کیا تھا، شاید وہ وقت سے پڑھا نہیں گیا۔ زندگی کے سال ڈاچیوں کی طرح سنہرے خوابوں کی گھنٹیاں بجا بجا کر گزرتے جا رہے ہیں اور صرف گزرتے ہی جا رہے ہیں، کہیں پہنچ نہیں پا رہے۔ پتہ نہیں ہم زندگی گزار رہے ہیں یا زندگی ہمیں گزار رہی ہے۔ ہم لمحے کاٹ رہے ہیں یا لمحے ہمیں "کاٹتے" چلے جا رہے ہیں۔ ہم تو ہنستے بھی ہیں تو لگتا ہے جیسے وقت ہم پہ ہنس رہا ہو۔ آنکھوں میں اب خواب نہیں عذاب اترتے ہیں۔ نیندیں نہیں رتجگے لہراتے ہیں۔ ہونٹوں پہ مُسکراہٹیں نہیں، مُسکراہٹوں کا ماتم بکھرتا ہے۔ اب محبتوں کے دھیمے دھیمے زمزمے نہیں نفرتوں کی چنگھاڑ گونجتی ہے۔ اب آنگنوں میں چاہتوں کی تتلیاں نہیں، کدورتوں کی بجلیاں رقص کرتی ہیں۔ لہو اب سفید نہیں ہوتا، کالا ہو جاتا ہے۔ کبھی الفتیں ضرورت ہوتی تھیں۔ اب ضرورتیں ہی اُلفت ہیں۔ ہم صرف سانس لیتے ہیں۔ جیتے نہیں۔ عمریں گزرتی جا رہی ہیں اور زندگی وہیں کی وہیں کھڑی ہے۔ دم بخود اور حیران و پریشان۔ بقول "پلکوں پار سمندر"

عُمر ہے بہتے ہوئے پانی کے دھارے کی طرح
زندگی جامد ہے دریا کے کنارے کی طرح

اب تو محروم اور مرحوم ہونے میں بھی فرق نہیں رہا۔ احساس لاشوں میں وجود قبروں اور چہرے کتبوں میں ڈھلتے جا رہے ہیں اور آنکھیں ان چلتے پھرتے مزاروں کے جلتے بجھتے چراغ ہی تو ہیں۔

یہ معاشرہ چلتی پھرتی لاشوں اور مزاروں کا معاشرہ ہی تو ہے، جو اپنے مضمحل کاندھوں پہ بے سود مسافتوں کا بوجھ لیے، وجود پہ صدیوں کی تھکن اوڑھے اور سروں پہ اپنی بجتی کھنکتی ہڈیوں کی گٹھڑیاں اُٹھائے شب و روز اپنے آپ کو گھسیٹنے اور بس گھسیٹنے ہی کے جاں گداز عمل سے گزرتا رہتا ہے۔ اور پھر ان ہڈیوں کی چٹخ سے اُٹھنے والی گونج اس غزل کا رُوپ دھارے اس منظر نامے کا ماتم کرتی دکھائی دیتی ہے۔

چہرۂ حالات کا بدلا ہُوا تیور ہوں میں!
وقت کی آنکھوں کا اک چھلکا ہوا ساغر ہوں میں
رہگذر کی گرد میں لپٹا ہُوا میرا نصیب!
کیا کسی کو دوش دُوں، کہ راہ کا پتّھر ہوں میں
اپنے ہاتھوں سے بجھائے میں نے اپنے سب چراغ
گڑ گیا جو اپنے ہی سینے میں وہ خنجر ہوں ــ میں
اشک ہیں خوابوں کے قبرستان کے جلتے دیئے
زندگی ہے قبر میں، خود قبر سے باہر ہوں میں

انسانی اقدار کے اس عہدِ تنزّل کو مادی اور سائنسی ترقی کی تمام تر تیز رفتاری کے باوجود ارتقاء کے نام سے موسوم نہیں کیا جا سکتا۔ اگر انسانیت

Marfat.com

اور محبت کی عظیم اقدار پر یقین نہ رہے تو قلبِ انسانی میں ایک ایسے خلاء کا پیدا ہونا ناگزیر ہوجاتا ہے، جسے کوئی اور جذبہ پُر نہیں کر سکتا۔

رابرٹ بریفالٹ "THE MAKING OF HUMANITY"

میں رقم طراز ہے کہ "اگر انسان بادلوں سے اُونچا اُڑنے لگ جائے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ انسانیت کی سطح بھی اُتنی ہی بلند ہوگئی ہے اور نہ ہی سو میل فی گھنٹہ کی رفتار کے معنی ترقی ہیں بلکہ انسانی معاملات اس سے کہیں گرے ہوتے ہیں۔"

اس موجودہ نام نہاد ارتقاء کے بارے میں ڈین انج لکھتا ہے "اگر آج کی دُنیا کی حالت کو دیکھا جائے تو مجبوراً مجھے ہکسلے کے اس نتیجے سے متفق ہونا پڑے گا کہ ترقی کے مسلّمہ معیار کے مطابق اس دور کی ترقی، ترقی نہیں بلکہ تنزّل ہے۔"

(THE FALL OF IDOLS)

اس عہد بے مایہ کا تمام تر دار و مدار بد دیانتی، بد معاملگی، وعدہ خلافی فریب دہی، کذب و نفاق اور مکر و افتراق کے سوا اور کیا ہے؟ جو سب سے زیادہ کامیابی سے دھوکا دے سکے وہی سب سے بڑا "مدبّر" جو جس قدر زیادہ صفائی سے جھوٹ بول سکے وہ اسی قدر دانا، جو روشنی کے نام پر جس قدر مکر و فریب کے ساتھ دوسروں کی آنکھوں پر پٹی باندھ سکے وہ اتنا بڑا رہبر، جو جتنا بڑا لٹیرا، ظالم اور جابر وہ اسی قدر قابلِ عزّت و تکریم۔ جو جتنا بڑا بد دیانت، چور اور خائن وہ اتنا بڑا امین۔ اور جو جس قدر پیار، محبّت اور اخلاص کا پیکر وہ اتنا ہی زیادہ مشکوک، اور جو حالات کا مارا جس قدر زیادہ غریب، مجبور اور مفلس و قلاّش وہ اتنا ہی

Marfat.com

قابلِ نفرت، لائقِ تضحیک اور کمّی کمین۔ اس مجبور و ناتواں طبقے کی حالتِ زار کا ذکر کرتے ہوئے بیسویں صدی کا ایک معروف فلسفی اور ادیب خلیل جبران (المتوفی ۱۹۳۱ء) لکھتا ہے:

"غریب کی ناتواں ہستی سینۂ زمیں پر بوجھ سمجھی جاتی اور بے مہر دنیا کے ہاتھوں برباد کی جاتی ہے اور پھر کسی خزاں رسیدہ پتّے کی طرح نوچ کر پھینک دی جاتی ہے۔ گناہِ غریبی نے اُس کی راہ کو پُر خار بنا دیا ہے اور عرصۂ حیات کو بے حد طویل اور بھاری۔ جیسے وقت کی سوئیاں پیچھے مڑ کر رہ گئی ہوں۔ پھر مصائب کا ہولناک سمندر ہے۔ دکھوں کی گرجتی ہوئی موجیں ہیں اور تکالیف کے مدّو جزر۔ اس کی نگاہیں دُور اُفق پر کسی چیز کو تلاش کرتی اور غمناک آنکھیں دریائے الم میں تیرتی رہتی ہیں۔ اس کے اداس چہرے پر رنگتِ ملال لمحہ بڑھتی چلی جاتی ہے اور پھر اسی طرح قیدِ حیات پوری ہو جاتی ہے جس طرح ہوا کے جھونکے سے ایک ٹمٹماتا ہُوا چراغ گُل کر دیا جائے۔ اس کے ارمانوں کے ہجوم پر یاس کی اوس پڑتی اور ہر گزرتی گھڑی سوگوار بنتی چلی جاتی ہے اور یوں زندگی ناکام آرزوؤں کا فسانہ اور ہیبت ناک خواب کا رُوپ دھار لیتی ہے اور یہ تمام صرف اس جرم کی پاداش میں ہے کہ بے چارہ غریب، غریب ہے۔"

(حکایتِ دل ص ۱۰۸-۹)

گویا غربت ایک جرم ہے، سنگین جرم، اور گناہِ غریبی کے اس گنہگار اور مجرم کو زندہ رہنے کا بھی کوئی حق نہیں۔ نہ اُس کے جذبات کی کوئی اہمیت نہ اس کے احساسات کی کوئی حیثیت۔

بقول "پگھل جائیں گی زنجیریں"

Marfat.com

گھر پاتال میں، مٹی میں ہیرے رُلتے دیکھے ہیں
ہماری آنکھ نے پھولوں میں پتھر تُلتے دیکھے ہیں
غریبوں کے ہزاروں اشک بھی جن کو نہ دھو پائیں
وہ دھبّے زر کے کچھ قطروں سے ہم نے دُھلتے دیکھے ہیں

جہاں عزّت و عظمت اور اخلاق و شرافت کا معیار فقط دولت و زر ہی قرار پا جائے، جہاں دوسروں کے دُکھ درد کے افق سے طلوع ہوتی پلکوں کی نمی کو مفادات کے گھنے جنگلوں کی زہریلی ہوائیں چاٹ جائیں۔ جہاں انسانیت کی پہچان کے پیمانے ہی بدل چکے ہوں، جہاں آنکھوں میں موجزن محبّت، خلوص اور وفا کا سمندر ایک افسانہ اور جہالت و بے ضمیری کی کھُردری اور سیاہ ہتھیلیوں پر دھرے زر کے کچھ قطروں کی چمک ہی ایک ابدی حقیقت قرار پا جائے وہاں یہی کچھ نہیں ہو گا تو اور کیا ہو گا! یہاں کل بھی یہی کچھ تھا اور

؎ آج بھی لپٹی ہوئی ہیں تن بدن سے وحشتیں
رات سے تاریک اپنی رہگذر ہے آج بھی
عظمتِ انسان کا معیار کل بھی زر ہی تھا
عظمتِ انسان کا معیار زر ہے آج بھی

اس معاشرتی ناہمواری اور غربت و افلاس کے شکنجوں میں جکڑا اور زر و سیم کے پیمانوں پر انسان کو ناپتی، تولتی اور پرکھتی آنکھوں میں گھرا ایک مفلس اور مجبور حالات کی اِن چیرہ دستیوں کو دیکھتا ہے، تو پُکار اُٹھتا ہے ؎

نگاہیں میرے گرد آلود چہرے پر ہیں دُنیا کی
جو پوشیدہ ہے باطن میں وہ جوہر کون دیکھے گا

Marfat.com

یہاں تو سنگِ مرمر کی چمک پہ لوگ مرتے ہیں
مرے کچے مکاں، تیرا کھلا در کون دیکھے گا

ہماری معاشرتی زندگی اور ماحول سراسر میکانکی تصورِ حیات کا آئینہ دار بن چکا ہے، جس سے اُن جذبات و احساسات کی نمو نہیں ہوتی جو دِل کی اتھاہ گہرائیوں سے اُبھرتے اور افقِ حیات پہ چھا جاتے ہیں۔

اس میکانکی نظریہ حیات کی رو سے تمام کائنات اور خود انسان کی حیثیت اس مشین سے مختلف نہیں جس میں حرکت تو ہوتی ہے، لچک نہیں' وہ ان تمام تر حسیاتِ لطیفہ سے عاری ہوتی ہے، جن سے جذب و ادغام باہمی مودت و محبت' ایثار و خلوص اور احسان و مروّت کے روح افزا سوتے پھوٹتے ہیں۔ اسی حقیقت کو بے نقاب کرتے ہوئے علامہ اقبال نے کہا تھا: ؎

ہے دِل کے لیے موت مشینوں کی حکومت
احساسِ مروّت کو کچل دیتے ہیں آلات

اور جب لوگ زندگی اور اس کے حقائق کو ریاضی کی مساواتوں' فزکس کے میکانکی نظریوں' اور کیمسٹری کے غیر نامیاتی (INORGANIC) قاعدوں کی رو سے حل کرنے کی کوشش میں مگن ہوں تو نتیجۃً زندگی کے لطیف پہلو اور احساسات نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں اور یوں وہ انسانوں سے ایک "لٹھ" کا روپ دھار لیتے ہیں، جنہیں کلامِ الٰہی کَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ (گویا وہ خشک لکڑیاں ہیں جنہیں لباس پہنا دیا گیا ہو) سے تعبیر کرتا ہے اور یوں وہ معاشرہ خشک لکڑیوں اور بے برگ و ثمر

Marfat.com

درختوں کا ایک جنگل بن کے رہ جاتا ہے اور پھر اس معاشرتی کیفیت کو کلامِ الٰہی " تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَّقُلُوبُهُمْ شَتّٰى " (بظاہر ایک جگہ جمع لیکن ان کے دِل جُدا جُدا) کے الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ اس طرح انسانوں کے اس ہجوم میں یہ کیفیت ایک ناسور کی طرح پھیلی دکھائی دیتی ہے جہاں

ع دوست ہوتا نہیں ہر ہاتھ ملانے والا

اگر ہم اپنے سیاسی حالات اور ماحول کا جائزہ لیں تو ہمیں یہاں عملی طور پر میکیاوُلی (۱۴۶۹ — ۱۵۲۷) ہی کا نظریہ کارفرما نظر آتا ہے۔ جس کے مطابق ہر وہ حربہ جس سے اقتدار کی قوّت بڑھے نہ صرف جائز بلکہ مستحقِ ستائش ہے اور ہر وہ فریب جس سے کامیابی کا امکان ہو وہی قابلِ صد تحسین ہے۔ اس نظریۂ سیاست کے مطابق عدل و انصاف صرف قوّت ہی کا نام ہے اور حق اسی کا ہے جس کے پاس قوّت ہے۔

(THE PRINCE) نامی کتاب جسے میکیاوُلی سیاست کا صحیفہ سمجھا جاتا ہے اس میں میکیاوُلی رقمطراز ہے۔

" جو بادشاہ اپنے پاؤں مستحکم رکھنا چاہتا ہے اس کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ بدی کس طرح کی جاتی ہے اور اس کے لیے کون سا وقت سب سے زیادہ موزوں ہے۔ اس میں خوبیوں کا ہونا ضروری نہیں، البتہ یہ ضروری ہے کہ بظاہر معلوم ہو کہ اس میں خوبیاں موجود ہیں۔

وہ بظاہر ایسا دکھائی دے کہ وہ بڑا رحم دِل، وفا شعار، نیک اطوار مذہب پرست اور صداقت پسند ہے۔ اس میں چنداں مضائقہ نہیں، اس میں ان سے کوئی خوبی سچ مچ پیدا ہو جائے۔ لیکن یہ نہایت ضروری ہے کہ اُس کے دل کی حالت ہمیشہ ایسی رہے کہ جونہی وہ دیکھے کہ مصلحتِ وقت کا تقاضا

Marfat.com

ہے کہ اب اس خوبی کو یکسر علیحدہ کر دیا جائے تو وہ بلا تامّل و توقف اس کے خلاف عمل کر سکے۔

(CHAPTER 8th)

ہمارے اربابِ سیاست کا کردار کیا میکیاؤلی کے اس نظریۂ سیاست سے مختلف ہے ؟ ان کے عوامی ہمدردیوں سے مزیّن بیانات، خطابات اور بلند و بانگ دعووں کو دیکھیں تو لگتا ہے کہ جیسے

ع سارے جہاں کا درد انہی کے جگر میں ہے

لیکن ان کے اعمال و افعال کا جائزہ لیا جائے تو

ع آستیں میں دُشنہ پنہاں، ہاتھ میں خنجر کُھلا

کی کیفیات اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ نقطۂ کمال پہ فائز دکھائی دیتی ہیں۔ CAVOUR جسے متحدہ اطالیہ کا معمار کہا جاتا ہے۔ کہا کرتا تھا کہ "اگر ہم وہی کچھ اپنی ذات کے لیے کریں جو کچھ ہم نے مملکت کے لیے کیا ہے تو ہم کتنے بڑے شیاطین کہلائیں"۔ مگر یہ اربابِ سیاست ملک و قوم کے ساتھ یہ "شیطانیاں" کر کے بھی معزز ہی رہتے ہیں۔ بقول کسے

تمہاری زلف میں پہنچی تو حُسن کہلائی

وہ تیرگی جو مرے نامۂ سیاہ میں تھی

تو جب معاشرے کے سیاسی اور سماجی حالات اس سانچے میں ڈھل جائیں کہ رگیں چھیلتی جراحتیں اور زخم بانٹتی ہوائیں ایک تسلسل کے ساتھ روزن روزن اترتی اور دھڑکن دھڑکن پھیلتی جا رہی ہوں تو وہ معاشرہ کیا انسانی معاشرہ کہلا سکتا ہے ؟

MAX EAST MAN اس انسانی جنگل کی دگرگوں حالت کو دیکھ کر

Marfat.com

پکار اُٹھا کہ :

"کوئی زندہ اور باہوش انسان جو ذرا اس امر کا تصور کر لے کہ یہاں ہو کیا رہا ہے تو اس قسم کی دُنیا میں ایک ثانیہ کیلئے بھی رہنا گوارا نہ کرے"۔

(ANNIHILIATION OF MAN)

بقول "پلکوں پار سمندر"

جسم ہے میرا یہاں آباد لیکن دل نہیں
جی رہا ہوں جس میں یہ دُنیا مرے قابل نہیں

افراتفری کے اس ماحول پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے ڈاکٹر ولیم سٹیکل (W. STEKEL) لکھتا ہے

"چوری ایک مہذب جرم بن چکی ہے، صرف اُس کا نام بدل گیا ہے۔ اب اسے کاروبار (BUSINESS) کہا جاتا ہے۔ انسانی زندگی کی کوئی قیمت نہیں رہی۔ قتل ایک عام بات ہو چکی ہے۔ سرمایہ شہنشاہِ مطلق ہے۔ معاشرہ کی شرم کا اب احساس تک نہیں رہا۔ اب صرف اُسے شرم آتی ہے جو دوسروں کا خُون چوسنے میں ناکام رہ جاتا ہے"۔

اس ہولناک تباہی کے اصل باعث پر گفتگو کرتے ہوئے مشہور امریکی مؤرخ DORSEY کہتا ہے کہ

"اس معاشرتی تباہی کا سبب نہ تو بڑے بڑے مجرم ہیں، جن سے ہم لرزاں رہتے ہیں اور نہ ہمارا افلاس جس سے ہم نالاں ہیں بلکہ اس کا اصل باعث وہ معاشرتی نظام ہے جو منافقت اور فریب کی بنیادوں پر قائم ہے اور اس کے ساتھ یہ قانون کہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس"۔ (CIVILISATION)

یہ احساسات صرف مغربی مفکرین ہی کے نہیں بلکہ دردِ دل اور زندہ

Marfat.com

احساس رکھنے والے ہر اس شخص کے ہیں۔ جس کے پیچھے ایک عفریتِ بے پناہ ہے اور سامنے کوہِ آتش فشاں سے اُمڈ کر آنے والا آگ کا سیلاب۔ یہ تاثرات عمومی کرب سے دوچار ہر اس فرد کے ہیں جس کی ایک ایک شریان خون کا فوّارہ بن چکی ہے۔ یہ چیخ و پکار اُس بے بس انسان کی ہے جیسے کسی جنگل میں چاروں طرف درندوں نے گھیر رکھا ہو اور اردگرد اُبھرنے والی آہٹیں اُسے موت کا پیغام بن کر سنائی دے رہی ہوں اور باہر نکلنے کا راستہ بھی سجھائی نہ دے رہا ہو، جو اپنے گرد و پیش نگاہ دوڑاتا ہے تو اس کا رواں رواں پکار اُٹھتا ہے۔

وہی اداسی، وہی سفر ہے، وہی درندے، وہی خطر ہے
وہ جس میں اُگتے تھے چاند تارے، وہ شہر جنگل سے بھر چکا ہے

اس شبِ تاریک کے اذیّت ناک جبر میں اس کے شبنمی احساس میں محرومیوں کا گھلا ہوا زہر اس کی بے بسی کی چیخ بن کر ان اشعار میں ڈھل جاتا ہے۔

کچھ کم نہیں تھیں دن کی دہکتی اذیّتیں
ہمراہ لے کے آئی ہے شب بھی اذیّتیں
یارب لہو اگلنے لگی زندگی مری
اب تو کوئی سمیٹ لے میری اذیّتیں

عصرِ حاضر کے اس کرب ناک ماحول میں سانسیں گنتے اور ہچکیاں بھرتے ہوئے بے بس انسان کی انہی چیخوں کو میں اپنی شاعری کے جوفِ سینہ میں انڈیلتا اور انہیں ہوک بنا کر کاغذی پیرہن پہنا دیتا ہوں اس مجموعۂ کلام میں

Marfat.com

ع میرے پاؤں میں وہی غم کا بھنور ہے آج بھی
ع چہرۂ حالات کا بدلا ہوا تیور ہوں میں
ع کبھی لبوں پہ بچھا لیا چُپ کا جال میں نے
ع جو میرے ہر غم کو اپنے سینے لگا کے روتا، کوئی تو ہوتا
ع کفِ وجود پہ رکھا ہُوا عدم ہُوں میں

جیسی غزلیں اور یاد، خزاں، اے کاش اور الوداع وغیرہ جیسی نظمیں ناآسودگیوں کے جہنم میں جلتے ہوئے ان کروڑوں انسانوں کے جذبات کا اظہار ہے جن کے شب و روز اپنے ہی آنسوؤں کے چناب پار کرتے بسر ہو رہے ہیں اور جن کے پاؤں میں محرومیوں کے بھنور بندھے ہیں۔ میری اس "میں" کے اندر پورا معاشرہ آباد ہے۔ فنکار جب تک اِرد گرد بکھری ہوئی ہچکیوں، آنسوؤں اور آہوں کو اپنی رگِ جاں میں نہیں پروتا اس کا فن نکھرتا نہیں۔ یہ "میں"، "میرا"۔ اور "میرے" جیسے متکلم کے الفاظ ایک ایسی اکائی ہوتے ہیں، جن کی رگوں میں لاکھوں، کروڑوں انسانوں کے احساسات کا لہو دوڑتا ہے اور یُوں ہر دل کی دکھن میری شاعری کا اثاثہ اور ہر سینے کا زخم میرے فن کا سرمایہ ہے۔ بقول فیض احمد فیضؔ :

"اپنے من میں ڈوب کر صوفی کو تو شاید زندگی کا سراغ مل سکے، لیکن ایک ادیب یا شاعر کو یہ سراغ لگانے کے لیے اپنے من ہی میں نہیں اپنی ہم عصر انسانی برادری کے من میں بھی ڈوبنا پڑتا ہے۔ اسے یہ جوہر ودیعت ہی اسی لیے کیا گیا ہے کہ کم نگہ اس کی آنکھوں سے نیک و بد کو پہچان سکیں۔ اور کج مج زبان اس کی زبان سے اپنے درد و کرب، غیظ و غضب یا امید و طرب کا اظہار کر سکیں۔"

Marfat.com

احساس کی سماعتیں زنگ آلود نہ ہوں تو پلکوں کا یہ گونگا پانی بھی ایک گونج بن کر چاروں اور بکھرتا دکھائی اور سُنائی دیتا ہے۔

ؔ صدا کھو جائے غم کے جنگلوں میں
تو دُکھ اپنے دریچے کھولتے ہیں
بیاں آواز کا محتاج کب ہے
زباں چُپ ہو تو آنسو بولتے ہیں

میرا یہ مجموعۂ کلام دُکھوں کے میلے میں رقص کرتے ہوئے اُن آنسوؤں کی جھنکار ہے، جن کی کوکھ سے انقلاب جنم لیتے ہیں۔ یہ ان فلک شگاف چیخوں کا اظہار ہے جو انقلاب کا نعرۂ مستانہ بن کر رگوں میں گونجنے لگتی ہیں۔ دُنیا کا ہر انقلاب آنسوؤں ہی سے تراشا اور نکھارا جاتا ہے۔ جذبوں کے شعلے آنسوؤں ہی سے تند ہوتے اور پھر لہو سے رنگ پکڑتے ہیں۔

اور یہ کوشش بھی میرے فن کا ایک اہم تقاضا ہے کہ کوئی انسانی جذبہ بے اظہار نہ رہ جائے۔ قلم کی نوک ضمیرِ آدم کی زبان ہوتی ہے۔ اگر ضمیرِ آدم ہی سسکیاں لے رہا ہو تو قلم مُسکرا نہیں سکتا۔

بقول میر:

ع دردوغم کتنے کئے جمع تو دیوان ہوا

اور بقول غالب:

ع پہلے دلِ گداختہ پیدا کرے کوئی

اور ویسے بھی ایک زندہ اور گہرا احساس رکھنے والا انسان یہاں آ کر ہنسے بھی تو کس بنیاد پر؟ بقول کسے

یا تو دیوانہ ہنسے یا تُو جسے توفیق دے
ورنہ اس دُنیا میں آ کر مسکراتا کون ہے

Marfat.com

کچھ یوں بھی سفرِ حیات میں دکھوں کی دُھوپ زیادہ اور خوشیوں کے سائے کم ہوتے ہیں۔ زلیست کی انہی جلتی بجھتی راہوں پہ چلتے چلتے جب چھاؤں کا مرحلہ آتا ہے تو آنسو وقت کا کفن اوڑھ کر ہنسی کی خاک میں دفن ہو جاتے ہیں۔ اور جب آلام کا سُورج سوا نیزے پہ چمکتا اور دُکھ کا محشر بپا ہوتا ہے تو ہنسی کی قبر پھٹ جاتی ہے اور آنسو زندہ ہو کر اس قبر سے باہر نکل آتے ہیں۔ بقول خلیل جبران:

"ہم غموں کے بیٹے ہیں اور غم خدا کا سایہ ہے جو گنہگار دِلوں کے آس پاس اپنا گھر نہیں بناتا۔ ہماری روحیں اداس ہیں اور اداسی ایک بلند مرتبہ ہے جو حقیر روحوں کو نہیں ملتا۔ اے ہنسنے والو! ہم روتے ہیں نالہ و ماتم کرتے ہیں اور جس نے ایک مرتبہ اپنے آنسوؤں سے غسل کر لیا۔ وہ ابدالآباد تک پاک و صاف ہو گیا۔"

پھر یہ معروف فلسفی احساس سے عاری پتّھر دِلوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے:

"ہم آہیں بھرتے ہیں اور ہماری آہوں کے ساتھ پھولوں کی سرگوشیاں شاخوں کی سرسراہٹیں اور آبشاروں کے نغمے بلند ہوتے ہیں۔ لیکن تم ہنستے ہو اور تمھارے قہقہوں میں کھوپڑیوں کے پسنے کی آواز، بیڑیوں کی جھنکار اور دوزخ کی چیخ و پکار شامل ہوتی ہے ـــ ہم روتے ہیں اور ہمارے آنسو زندگی کے دِل میں ٹپکتے ہیں۔ جس طرح شبنم کے قطرات رات کی پلکوں سے صُبح کے جگر میں اُترتے ہیں۔ لیکن تم ہنستے ہو۔ اور تمہارے متبسم ہونٹوں سے قہر و غضب بہتا ہے۔ جس طرح سانپ کا زہر ڈسے ہوئے آدمی کے زخموں سے ٹپکتا ہے۔ ہم روتے ہیں، اس لیے کہ بیواؤں کی مظلومی و بے چارگی اور یتیموں کی بدبختی د

Marfat.com

بے دست و پائی کو دیکھتے ہیں۔ اور تم ہنستے ہو، اس لیے کہ تم سونے کی چمک کے سوا کچھ نہیں دیکھتے۔ ہم روتے ہیں، اس لیے کہ غریبوں کی کراہ اور مفلسوں کی پکار سُنتے ہیں اور تم ہنستے ہو، اس لیے کہ تم جام و ساغر کی کھنک کے سوا کچھ نہیں دیکھ سکتے ہو۔ ہم روتے ہیں اس لیے کہ ہماری رُوح ذات خدا سے جدا ہو کر جسم میں مقیّد ہو گئی ہے اور تم ہنستے ہو، اس لیے کہ تمھارے جسم راحت و اطمینان کے ساتھ مٹی سے چمٹے ہوئے ہیں۔

(بنفشہ کا پھول ص ۱۰۶-۱۰۷)

یونانی المیہ نگار اسکائی لس نے کہا تھا کہ دِل پہ جمی گرد کو غم کا پانی ہی دھو سکتا ہے۔ گویا:

کھُل کر جو رو لیا تو مری رُوح دُھل گئی
آنسو جو کام کر گئے، دریا نہ کر سکا

حساس دِلوں، گداز دھڑکنوں اور دُنیا کی اصلیت اور حقیقت کی تاریک گہرائیوں میں اترنے والی شفّاف آنکھوں کے لیے تو یہاں قدم قدم قیامتیں بپا ہیں۔ ان کا احساس ان حشر انگیزیوں کے جھُرمٹ میں خود سراپا حشر ہو جاتا ہے۔ اور یوں وہ لمحہ لمحہ جلنے اور پگھلنے کے عمل سے گزرتے رہتے ہیں۔ انہیں ان کے احساس کو تابندہ رکھنے والے دُکھ، سُکھ سے زیادہ عزیز ہوتے ہیں کہ یہ انہیں پتھر نہیں ہونے دیتے۔ انہیں جھوٹی مسرّتوں کے ظاہری لبادوں سے باطن کے کرب زیادہ محبوب ہوتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ بے روح اور بے معنی قہقہوں کی کھوکھلی جھنکاریں بے حسی کی سنگلاخ چٹانوں سے پھُوٹتی اور انہی پتھریلی چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتی ہیں، لیکن ریشم کی طرح نرم و لطیف احساسات کے جھروکوں سے نکلنے اور شبنمی پھواروں کی طرح ٹپکنے والے آنسو اُن پتھریلی

چٹانوں کا جگر بھی چاک کر جاتے ہیں۔
وہ آنسو، جو چشمِ زہد اُچھالے تو فرشتے اِن جواہر و یاقوت کو اپنے نورانی پَروں پہ سجا لیں۔ وہ آنسو، جو اشکِ ندامت میں بدلیں تو سات سمندروں سے بھی نہ بجھنے والے جہنّم کی دہکتی فضاؤں کو بھی گلزار بنا دیں۔۔۔ وہ آنسو، جو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اُبھریں تو دستِ قدرت اُنہیں قبولیّت کی سات رنگوں میں ڈوبی چمکتی شعاعوں کی سنہری ڈور میں پرو دے۔ وہ آنسو، جو مظلوم کی آنکھ سے ٹپکیں تو عرشِ الٰہی بھی اُن کی گونج کے استقبال کے لیے بے تاب ہو جائے۔۔۔ وہ آنسو، جو محبّت کی بھیگی پلکوں سے ٹوٹیں تو ہوائیں انہیں دستک بنا کر محبوب کی دہلیز پہ سجدہ ریز کر دیں۔۔۔ وہ آنسو، جو ہجر کے دشتِ بے کنار کے دامن پہ گریں تو اداس لمحوں کے غزال انہیں سلامی دیں۔ وہ آنسو جو دُکھوں کی دہلیز پہ چمک اُٹھیں تو جسموں کی بُجھی بُجھی شریانوں اور خُنک خُنک لہو کی بوندوں میں، تازہ حرارتوں کی شمعیں گھول دیں۔۔۔ وہ آنسو، جو محرومیوں کی خُشک اور خزاں رسیدہ شاخوں پہ بیٹھ کر گنگنائیں تو اداسیوں کے گھنے جنگلوں میں گھرے ہوئے اضطراب کے جگر سے ہُوک بن کر پھوٹنے والی چنگاریاں کبھی ابرِ نیساں کے سنگ سنگ جھومتے گلابی موسموں کے مُژدوں اور آہٹوں کو ترسی ہوئی اجاڑ رُتوں کی صدا بن کر افقِ حیات پہ چھا جائیں تو کبھی حرفِ دُعا میں ڈھل کر پکار اُٹھیں کہ مولا! اس چاروں اور پھیلے ہوئے حبسِ بے کراں میں کوئی ایک جھونکا کہیں سے آئے اور چُپکے سے لہو لہو خوابوں کی اُجڑی جبینوں پہ شبنمی انگلیوں سے "زندگی" تحریر کر جائے، جو تپتی ہوئی امیدوں اور تمناؤں کے سلگتے جھلستے ماتھے پہ (ایک پل ہی سہی) یوں حیات بخش ہاتھ رکھ جائے کہ اس کی

Marfat.com

تاثیر جسم کی شریانوں میں سفر کرتی کرتی روح کی اتھاہ گہرائیوں تک اُتر جائے۔
آنسوؤں کی ان صداؤں کے اُبھرنے اور ڈوبنے کے منظر مجھے سنائی بھی دیتے ہیں، اور دکھائی بھی دیتے ہیں اور کبھی تو یہ منظر میری اتنی دسترس میں ہوتے ہیں کہ میں انہیں اپنے بدن پہ لپیٹ لیتا ہوں۔ میرا احساس ان صداؤں کی انگلیاں تھامے جب شاہراہِ فن پہ چلتا ہے تو جذبہ و خیال کی مشترکہ سرحدوں پہ پڑنے والے احساس کے قدموں کی ہر دھمک ایک نغمہ بن کر گونج اُٹھتی ہے۔ ان نغموں میں درد کی دلدوز کراہوں کی جھنکار بھی ہو سکتی ہے اور چاہتوں کی سنہری کرنوں کے سنگ سنگ خوشبو کی طرح بکھرنے والا محبتوں کا جلترنگ بھی۔

عصرِ حاضر کی تہہ در تہہ تاریکیوں کا مداوا صرف اور صرف محبّت ہے۔ حالات کے سانسوں کا الجھا ہوا ریشم اگر کوئی ہاتھ سلجھا سکتا ہے تو وہ محبت کا ہاتھ ہے۔ محبت خدا اور محبوبِ خداؐ سے، محبت وطن سے، محبت انسان سے بلکہ خدا اور رسولؐ سے محبّت بھی انسانیّت کی محبت ہی سے معتبر قرار پاتی ہے۔ بقول علّامہ اقبالؒ ؎

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں، بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اُس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہو گا

کُوبہ کُو پھیلی ہوئی نفرتوں کے زہر کا تریاق محبّت کے سوا کچھ اور ہو بھی کیا سکتا ہے۔ احترامِ انسانیّت اور باہمی مؤدّت و محبّت کی عظیم حقیقتوں کو تسلیم کئے بغیر کبھی کوئی معاشرہ وحشتیں لُٹاتے جنگل سے شہرِ امن و سلامتی اور خطۂ مہر و وفا میں ڈھلا ہے، نہ ڈھلے گا۔ مگر خُدا جانے صرف FORMALITIES اور رسموں کے سہارے کھڑے یہ رشتے اور تعلق دلوں

Marfat.com

کے سہارے کب کھڑے ہوں گے۔ زندگی تو محبّت ہی کے لیے بہت تھوڑی ہے، لوگ نہ جانے نفرتوں کے لیے وقت کہاں سے نکال لیتے ہیں۔

بقول کسے ؎

تو ملا ہے تو اب یہی غم ہے
پیار زیادہ ہے زندگی کم ہے

محبت ہے کیا؟ اہل لغت کے ہاں متعین محبّت کے معانی کو دیکھا جائے تو یہی دھنک رنگ جذبہ زندگی کی اہم اور مؤثر ترین حقیقت قرار پاتا ہے۔

بعض اہلِ لغت لفظِ محبت کو حَبَّۃٌ بمعنی بیج سے مشتق اور ماخوذ تسلیم کرتے ہیں۔ جس طرح بیج ایک درخت کی اصل اور ابتداء و انتہاء ہوتا ہے، اس طرح محبت ہی انسانی شجرِ وجود کی اول و آخر حقیقت اور اصل قرار پاتی ہے۔ سرزمینِ دِل سے اُگنے والے شجرِ محبّت کی جڑیں انسان کے روئیں روئیں میں اترتی اور نس نس میں سما جاتی ہیں۔

خلوص اور وفا کی گھری چھایا، حُسنِ اخلاق کے ثمر، مرّوت و احسان کے خوشنما برگ و بار اخوّتوں اور چاہتوں کی پُر بہار شاخوں اور جذبہ و احساس کے خوشبودار پھولوں سے مزیّن یہی شجرِ محبت انسانیّت کی علامت اور حوالہ قرار پاتا ہے اور جس طرح ایک درخت خود دھوپ میں جل کر بھی دوسروں کے جلتے بدن پہ ٹھنڈی چھاؤں کی ردا لپیٹتا ہے، اسی طرح محبت انسان کو اسی خصوصیت کا پیکر بنا دیتی ہے اور یوں اہلِ دِل پتھر کھا کر بھی دُعائیں دیتے اور زخم سہ کر بھی پھول بانٹتے دکھائی دیتے ہیں۔ گویا محبت پکار پکار کر اعلان کرتی ہے

Marfat.com

ے میں وہ شجر ہوں جو خود کڑی دُھوپ کی اذیّت میں جل رہا ہے
مگر جُھلستی ہوئی رُتیں اوڑھ کر بھی سایا اُگل رہا ہے

عرصۂ حیات میں ان جھلستی ہوئی رُتوں اور مجلتوں کی کوکھ سے جنم لینے والے دُکھوں سے بھی اہلِ محبت پیار کرتے ہیں۔ اور اس کی تائید و محبّت کا وہ معنی بھی کرتا ہے جس کے مطابق "حُب" سے مُراد وہ چار لکڑیاں لی جاتی ہیں، جو پانی سے بھرے ہوئے مٹکے کا بوجھ اُٹھاتی اور وزن کو برداشت کرتی ہیں۔ اسی طرح محبّت بھی محبُوب کی جانب سے آنے والے دُکھوں، مصیبتوں اور جفاؤں کو سہتی اور برداشت کرتی ہے یہی وہ مقام ہے جہاں محبّت کرنے والے دُکھ اُٹھا کر بھی سراپا نیاز ہو کر محبوب کی بارگاہ میں پکار اُٹھتے ہیں۔ ے

جان از درد و غمت شاداں شود
از بلا بیت سینہ آباداں شود

یعنی ہر وہ امتحان جو دوست کی طرف سے آتا ہے اس امتحانِ اذیّت اور آزمائش میں بھی ایک گونہ تسکین مضمر ہوتی ہے پھر اہلِ طلب صدا دیتے ہیں اے محبوب میری جان تیرے غم میں شاد اور تیری آزمائش میں آباد ہے

عربی زبان میں تیز بارش یا تپش کی شدّت کی بنا پر سطحِ آب پر پیدا ہونے والے مضطرب بلبلوں کو حبب الماء یا حباب الماء سے موسوم کرتے ہیں۔ بعض اہلِ لغت نے اس اضطرابی کیفیت کی بناء پر لفظِ محبّت کو اسی سے مشتق جانا۔ بقول حضرت خواجہ بہاؤ الدّین رح۔

ع بحر یست قطرہ ہا بر آں آید از و

Marfat.com

کہ محبت ایک ایسا سمندر ہے جس سے قطرے جوش سے باہر آتے رہتے ہیں۔ انہی دردانگیز کیفیات میں ہجر و فراق کی مضطرب لہروں کے سنگ سنگ چلتے جذبوں کی ترجمانی کرتے ہوئے میاں محمد بخش رح فرماتے ہیں۔

رات پوے تے بے درداں نوں نیند پیاری آوے
دردمنداں نوں یاد سجن دی سُتیاں آن جگاوے
کر کر یاد سجن نوں کھاندے بھُن بھُن جگر نوالے
شربت وانگ پیادے ہتھوں پیندے زہر پیالے

اس شجرِ محبت پر اُگنے والے جدائی کے کانٹوں سے جب احساس کی پوریں زخمی ہو جاتی ہیں تو اُن سے ٹپکنے والے لہو میں ڈوب کر اور شدتِ شوق کی حدتوں میں اضطراب کے اُبلتے پانیوں کی جھلستی آواز کو ہم نوا بنا کر حضرت خواجہ غلام فریدؒ کا قلم بھی پکار اُٹھتا ہے۔

ہے ہے یار بروچل ہک تل ترس نہ کیتا
کر کے سخت نمانڑیں، انہڑیں نال نہ نیتا
ہجر پیالہ ازلوں، میں مُٹھڑی لہو پیتا
جیں ڈینہ سجن سدھائے، ڈکھ آیا سُکھ بیتا

"ہائے، بلوچ محبوب نے ایک تل کے برابر بھی ترس نہ کیا، مجھے سخت بے آسرا کر کے چھوڑ گیا اور اپنے ساتھ نہ لے گیا، مجھ بدنصیب نے ہجر کا پیالہ ازل سے ہی گھول کر پی لیا تھا۔ جس دن سے محبوب رُخصت ہوا ہے۔ اس دن سے سکون بھی چلا گیا اور اس کی جگہ دُکھ آگیا ہے۔"

اور کبھی عالمِ فراق اور حالتِ انتظار کی گھُلی ملی کیفیات کو خواجہ غلام فریدؒ یوں زبان دیتے ہیں۔

مساگ ملیندی دا گزر گیا ڈینہ سارا
سنگار کریندی دا گزر گیا ڈینہ سارا
کجلا پائیم، سرخی لائیم، کیتم یار وسارا
کاگ اڈیندڑے عمر وہائی آیا نہ یار پیارا

یہاں یہ امر پیشِ نظر رہے کہ مندرجہ بالا اشعار میں بر وچل، مساگ، سنگار کجلہ اور سُرخی کے الفاظ کو استعارۃً استعمال کیا گیا ہے۔

بقول غالب :

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

اہلِ تصوّف شعراء مجازی رنگ میں حقیقت کی بات بڑے خوبصورت انداز میں کر جاتے ہیں۔ جس طرح وارث شاہ جنہیں پنجابی ادب کا شکسپیئر کہا جاتا ہے، نے تلاشِ محبوب میں سرگرداں، صحراؤں کی دُھوپ سہتی اور مسافتوں کی ریت پھانکتی ہیر کو رُوح اور رانجھے کو جسم کی علامت بنایا اسی طرح خواجہ غلام فرید[رح] نے فراق میں جلتی اور تھلوں کی خاک چھانتی سسّی کو عشق و محبّت اور ہجر و فراق کا استعارہ بنا دیا۔ مجاز کے جھروکوں سے حقیقت کی دلربا کرنوں کو صدا دینا فنِ شاعری کا ایک اہم سلسلہ ہے اور آگے اس پیرایہ اظہار کو کوئی کس معنیٰ میں لیتا ہے۔ یہ اس کی اپنی نفسیاتی اور ذہنی و فکری پرواز پر منحصر ہے۔ شاعر اپنی بند مُٹھی کی خوشبو کو ہواؤں میں اچھال دیتا ہے۔ آگے ہوا کی مرضی اُسے جہاں چاہے لے جائے۔

ع فکر ہر کس بقدر ہمتّ اوست

اور ویسے بھی مجاز کو حقیقت کی سیڑھی قرار دیا جاتا ہے۔ گلشن میں کِھلنے

والے رنگ برنگے پھول اگر مجاز ہیں تو ان کے خوشنما رنگوں اور روح افزاء خوشبوؤں سے انھیں پیدا کرنے والا بھی تو یاد آتا ہے۔ سمندر، صحراء، زمین اور آسمان اگر مجاز ہیں تو اُن کی وسعتوں کے افق سے ان کے خالق کی وسعتوں کا تصوّر بھی تو اُبھرتا ہے۔ ماں کی ممتا اور باپ کی محبت و شفقت اگر مجاز ہے تو اس سے ستّر ماؤں سے زیادہ پیار کرنے اور ان شفّاف جذبوں کو تخلیق کرنے والے کے لطف و کرم کی طرف بھی تو دھیان جاتا ہے۔ انسانی ذات اگر مجاز ہے تو اس کا ظاہری و باطنی حسن و جمال کسی اور حسین کا پتہ بھی تو دیتا ہے۔ جسے دیکھ کر بصارتیں اور بصیرتیں پکار اُٹھتی ہیں کہ

ع وہ مصوّر کیسا ہو گا جس کی یہ تصویر ہے

اور یوں بھی انسان کا مجاز (فانی) سے حقیقت (لافانی) تک رسائی حاصل کرنا منشائے ایزدی بھی تو ہے۔ اس لیے "اولی الالباب" کو تفکر فی الخلق کا حکم بھی دیا گیا اور دستِ قدرت نے مجاز کو اپنے حسن و جمال اور صفاتی جلوؤں کا مظہر بھی بنا دیا۔

صرف انسانی ذات ہی کی مثال لے لیں تو خارجی کائنات یا عالمِ اکبر کی تمام جلوہ سامانیاں جو اُس ذات کا پتہ دیتی ہیں۔ قدرت نے انہیں ایک انسانی وجود کے اندر جمع کر دیا۔ خارجی کائنات میں اگر بڑے بڑے مضبوط پہاڑ تھے تو انسانی وجود (عالمِ اصغر) میں خدا نے ہڈیوں کو ان پہاڑوں اور چٹانوں کی مضبوطی کی علامت بنا دیا۔ عالمِ اکبر میں جنگلات تھے۔ تو انسانی وجود پر بال پیدا کر کے انہیں ان جنگلات کی علامت بنا دیا۔ چاند کی اٹھائیس منزلیں تھیں تو انسان کے مُنہ میں حروف کے اٹھائیس مخارج رکھ دیئے۔ انسانی پشت کو صحراؤں کی ہموار علامت بنا دیا۔ اسی طرح انسان کے بچپن، جوانی، بڑھاپے،

Marfat.com

اور موت کو خارجی کائنات اور عالمِ اکبر میں کارفرما چار موسموں (بہار، گرما، سرما اور خزاں) کا آئینہ دار بنا دیا۔ خارجی کائنات میں اگر ندیاں، نالے اور دریا تھے، تو انسانی وجود میں انتڑیاں، رگیں اور شریانیں پیدا کر کے انھیں ندیوں، نالوں اور دریاؤں کی علامت بنایا۔ خارجی کائنات میں، اگر چھم چھم برستی بارش تھی تو انسان کو آنسوؤں کی رم جھم عطا کر دی۔

خارجی کائنات میں اگر چاند اور سورج کی روشنی تھی تو انسان کی آنکھوں کو بصارت کا نور اور دل کو بصیرت کا نور دے دیا۔ خارجی کائنات میں اگر دھوپ اور چھاؤں تھی تو انسانی زندگی کو خوشی اور غم کا مرکب بنا دیا اور جب ساری کائنات کی نشانیوں کو اس ایک وجود میں جمع کر دیا تو فرمایا وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ کہ اے پیکرِ مجاز! تیرے اس وجود کے اندر ہی حقیقتِ کل کا نظارہ بھی موجود ہے اور یہ حقیقتِ کل تیری شہ رگ سے بھی زیادہ تیرے قریب ہے۔ گویا اس نے حقیقت کو مجاز کے اندر مستور کر دیا۔

اسی لیے علامہ اقبال وجدانہ کیفیات میں ڈوب کر پکار اٹھتے ہیں

؎ کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزار سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

اور پھر حقیقتِ منتظر کی طرف سے جواب آتا ہے کہ مری تلاش اور طلب کا دم بھرنے والے!

ع اپنے من میں ڈوب کر پا جا سُراغِ زندگی

اور اگر اپنے من میں نہیں ڈوب سکتا تو جا کسی اور پیکرِ محبت کے من میں ڈوب کر سراپا محبت ہو جا، تجھے تیری زندگی کا سُراغ مل جائے گا۔ دکھی انسانیت سے پیار کر اس کے پیار میں تجھے میرا قرب اور پیار نصیب ہو جائے گا۔

Marfat.com

بقول "پگھل جائیں گی زنجیریں"۔

کسی کے واسطے راہوں میں گرد آلود ہو جانا
سجا کر آئینے تن پہ سنور جانے سے بہتر ہے
اُٹھا لینا کسی کا ایک آنسو اپنے دامن پہ
زر و یاقوت سے دامن کے بھر جانے سے بہتر ہے

محبت کی تخلیق اور "اجزائے ترکیبی" کا ذکر کرتے ہوئے شاعرِ مشرقؒ لکھتے ہیں کہ خالقِ محبت نے اس حسین جذبے کو جب پیدا کرنا چاہا تو

چمک تارے سے مانگی، چاند سے داغِ جگر مانگا
اڑائی تیرگی تھوڑی سی شب کی زلفِ برہم سے
تڑپ بجلی سے پائی، حور سے پاکیزگی پائی
حرارت لی نفسہائے مسیحِ ابنِ مریمؑ سے
ذرا سی پھر ربوبیّت سے شانِ بے نیازی لی
ملک سے عاجزی، افتادگی تقدیرِ شبنم سے
پھر ان اجزا کو گھولا چشمۂ حیواں کے پانی سے
مرکب نے محبّت نام پایا عرشِ اعظم سے

انسانیت کے اعلےٰ مقام تک رسائی کے لیے یہی مرکّب پھر مرکب (سواری) بنتا ہے اور انسان راکب اور پھر بقول شاعرِ مشرق ایک ہی جست سے قصے تمام ہو جاتے ہیں اور زمین و آسمان کی بے کرانیاں سمٹ جاتی ہیں بقول کسے ؎

لا زلت انزل من ودک منزلا
تتحیر الالباب عند نزولہ

میں تیری محبت میں اس مقام پہ اتر رہا ہوں جہاں اترنے پہ عقلیں دنگ ہیں

Marfat.com

یہی محبت کبھی خدا بنتی ہے تو کبھی پیکرِ مصطفیٰ میں ڈھلتی ہے۔ کبھی مشن اور نظریہ بنتی ہے تو کبھی علتوں کی طبیب اور مداوا۔ کبھی آتشِ سیال بن کر رگوں میں دوڑتی ہے تو کبھی جلتے ہوئے سینوں پہ شبنمی پھوار بن کر برستی ہے۔ یہ وہ پاک، مقدس اور شفاف جذبہ ہے جو جیون کے بے چراغ رستوں پہ مشعلیں جلاتا اور نور بکھیرتا چلا جاتا ہے۔ یہ وہ دھنک بکف ہوا ہے جو تاریک جنگلوں سے بھی گزر جائے تو قدم قدم نکہتوں اور رنگوں کے میلے سجا دے۔ سانسوں کی ڈور سے بندھی ہوئی ہچکیاں اس کی جنوں خیز بارش میں بھیگیں تو پھول بن جائیں۔ یہ وہ ساز ہے جو تہہ خانۂ غم کے اندر اتر جائے تو اس کی جلترنگ سے زندگی کارواں رواں رقص کرنے لگ جائے۔ یہ وہ کہکشاں ہے جو زندگی کی اُجڑی ہوئی مانگ میں افشاں بن کر بکھر جاتی ہے۔ جب صحراؤں کی طرح رہتے رہتے آنکھیں تھکنے لگتی ہیں تو یہ صبحوں کے گداز منظروں میں لپٹی ہوئی رم جھم کی کھنک لے کر آتی ہے اور چپکے سے سلگتی ہوئی بینائیوں کے اداس اور اُجاڑ روزنوں میں اتار جاتی ہے۔ یہ آنکھوں کی گاگر میں پانی بھرتی اور ستارے چھلکاتی ہے۔ یہ جدائیوں کی دھوپ میں تپتی اور سنہری یادوں کی چھاؤں اگلتی ہے۔ جب تاریکیوں کے فوارے اُبل کر رُوح کی روشنیوں کو چاٹنے لگتے ہیں تو اس کا سیلابِ تجلّی اندھیروں کو نگلتا ہوا افقِ ذات کے ساحلوں کو بھی پھاند جاتا ہے۔ تنہائیوں کے ہول نگر جب اپنی وحشتیں لٹانے لگتے ہیں تو محبت نقرئی زمزموں کی مترنم آبشاروں میں دُھلی ہوئی دھیمی دھیمی سرگوشیاں لے کر آتی ہے اور انھیں گلابوں اور موتیوں کی صورت سماعتوں کے سہمے سہمے آنگن میں دھیرے دھیرے بکھیرنے لگتی ہے۔ اور جب شام کی پرچھائیاں جلنے لگتی ہیں تو محبت دشتِ بدن پہ چاندنی کی خنک چادر

Marfat.com

لپیٹ دیتی ہے ۔ یہ پلکوں کے سائے سائے سوتی جاگتی آنکھوں میں خوابوں کی سبز خوشبو انڈیلتی اور دھڑکنوں کے آس پاس پھیلے ہوئے سرد اور منجمد موسموں کی شل ہتھیلیوں پہ حرارتوں کے چراغ جلاتی ہے اور جب وقت قربانی مانگتا ہے تو یہ لہو کا لبادہ پہن کر نکلتی اور راستوں کو لالہ زار بنا دیتی ہے۔ یہ وہ خوشبو ہے جسے کوئی آہنی فصیل نہیں روک سکتی اور نہ کوئی جبر اس کی راہ کی دیوار بن سکتا ہے۔ اس لیے کہ جبر کے چمٹے سے جسم کا کوئلہ تو پکڑا جا سکتا ہے، محبت کا شعلہ نہیں۔

دُکھ اور محبت سفرِ حیات اور انسانی احساسات کے دو ایسے ہم سفر ہیں جو عمر بھر انسان کے ساتھ ساتھ چلتے بلکہ رواں دواں رہتے ہیں۔ انسان اگر ایک سکہ ہے تو یہ اس سکے کے دو رُخ ہیں۔ کبھی دُکھ محبت پہ اور کبھی محبّت دُکھوں پہ غالب آجاتی ہے۔ کبھی دونوں ایک توازن کے ساتھ چلتے ہیں۔ اور کبھی دونوں یوں گھل مل جاتے ہیں کہ محبّت ہی دُکھ اور دُکھ ہی محبت ہو جاتے ہیں۔ محبتوں اور دکھوں کی کوکھ سے جنم لینے والے آنسو ایک ہی رُخسار پہ بہتے اور ایک ہی دامن پہ گرتے ہیں۔

دُکھ اگر ردائے بدن پہ زخم کاڑھتے ہیں، تو محبت اُن پہ گلنار شبنم کے موتی بکھیرتی اور سجاتی ہے۔ دکھوں سے کراہتے سانس جب حبس کے ہیولوں میں بھٹکنے اور ہانپنے لگتے ہیں تو محبت اپنی عطر بیز فضاؤں کے پُر کیف جھونکوں کو مشامِ جاں کی نذر کر دیتی ہے۔ دکھوں کے بوجھ سے جب شانے جھکنے لگتے ہیں، تو محبت چُپکے سے ان بوجھل اور دُکھتے ہوئے شانوں پہ دستِ مسیحائی رکھ دیتی ہے اور دُکھ جہاں جینے نہیں دیتے، محبّت وہاں مرنے نہیں دیتی۔ میری شاعری انہی دکھوں اور محبّتوں کے جلاتے اور جِلاتے لمحوں

Marfat.com

کی ڈوبتی، اُبھرتی آوازوں کا ایک سنگم ہے۔ دُکھ کی آواز سے انقلاب کے سوتے پھوٹتے ہیں اور محبت کی آواز سے امن کے۔

میرے محبوب قارئین! میں دکھوں اور محبتوں کے اس سنگم پر آپ کی مہربان آنکھوں اور حسّاس دھڑکنوں کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ جنہوں نے مجھے محبت سے پڑھنا بھی ہے اور میرے جلتے بجھتے لفظوں کے سُر تال پر دھڑکنا بھی ہے۔

اور انشاء اللہ آئندہ ملاقات "پلکوں پار سمندر" کے بھیگے ساحلوں پر ہوگی۔ تب تک کے لیے

خُدا حافظ!

آپ کا

انوار فریدی

(لاہور)

(Mob.) 0342-255997

❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀

(برائے پیغام فون: 7320682)

اللّٰہُ

اِک عرض گزاروں اے مولا
اِک روز مجھے مر جانا ہے
یہ دُنیا ایک سرائے ہے
آخر تجھ کو گھر جانا ہے

پر جب تک جان سلامت ہے
ہو وِردِ زباں سُبحان اللہ
ہر سانس پُکارے لَآ اِلٰہ
ہر دھڑکن بولے اِلَّا اللہ

مَیں کمتر ہُوں، اِک ذرّہ ہُوں
تُو ارفع ہے تُو اعلیٰ ہے

تُو میرے ذہن پہ حاوی ہے
تُو میری سوچ سے بالا ہے

Marfat.com

سب رنگ ہیں تیری قدرت کے
ہر چیز کو حسن میں ڈھالا ہے

اک بجلی روشن روشن ہے
اک بادل کالا کالا ہے

مٹی سے خوشبو پیدا کی
پتھر سے رزق نکالا ہے

کیڑے سے ریشم بنوایا
اور بیج میں جنگل ڈالا ہے

جو دھڑکن دھڑکن جپتی ہے
وہ تیرے نام کی مالا ہے

جو آنگن آنگن اترا ہے
تیرا پُر نور اُجالا ہے

جو گلشن گلشن چمکا ہے
وہ تیرا رنگ نرالا ہے

Marfat.com

جو ساون ساون برسا ہے
تیرا ہی ایک حوالہ ہے

میں تیرا عاصی بندہ ہوں
تو مالک رحمت والا ہے

جند جان امانت ہے تیری
مجھے تو نے ہی تو پالا ہے

اک تیرے ہاتھ نے تھاما ہے
مجھے جب بھی جگ نے ٹالا ہے

اک تیری یاد سہارا ہے
اک تیرا اسم اُجالا ہے

رکھ اُس کے صدقے لاج مری
جو کالی کملی والا ہے

Marfat.com

سلام بحضور خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

مسکرا کے پیار سے تکتی اُن آنکھوں کو سلام
دِل کی جانب کھلنے والے اُن دریچوں کو سلام

ہو گزر تیرا وہاں تو اے صبا کہنا مرا
کوچۂ محبوب کے پرکیف جھونکوں کو سلام

قریۂ دلدار کی پر نور صبحوں کو دعا
شہرِ جاناں سے گزرنے والی شاموں کو سلام

مفلسوں اور بیکسوں کے چارہ گر کو آفریں
دستگیری کرنے والے اسکے ہاتھوں کو سلام

خیر ہو اُس کی نگاہوں سے نکلتے نور کی
اُس کے آنگن میں اترنے والے لمحوں کو سلام

ثبت ہیں جن پر نقوشِ پا نبی کے آج بھی
اُن چمکتے راستوں، اُن رہگذاروں کو سلام

دے رہے ہیں دیدہ و دل کو جو اَب بھی روشنی
دستِ رحمت کے انہی جلتے چراغوں کو سلام

چومتی ہیں جو سنہری جالیوں کو رات دن
اُن نواؤں اُن پکاروں، اُن صداؤں کو سلام

مرحبا، صد مرحبا انوارِ طیبہ کی فضا
گونجنے والے درودوں اور سلاموں کو سلام

اگرچہ دو کناروں کا کہیں سنگم نہیں ہوتا
مگر اِک ساتھ چلنا بھی تو کوئی کم نہیں ہوتا

مداوا آپ ہو جاتے ہیں اپنے درد کا اکثر
وہ جن زخموں کا دُنیا میں کوئی مرہم نہیں ہوتا

بدن سے رُوح جاتی ہے تو بچھتی ہے صفِ ماتم
مگر کردار مر جائے تو کیوں ماتم نہیں ہوتا

ہزاروں ظلمتوں میں بھی جواں رہتی ہے لَو اسکی
چراغِ عشق جلتا ہے تو پھر مدّھم نہیں ہوتا

Marfat.com

وہ آنکھیں اک لُٹا گھر ہیں جہاں آنسو نہیں رہتے
وہ دل پتھر ہے جس دل میں کسی کا غم نہیں ہوتا

کراہیں اوڑھ کے رہتے ہیں شہرِ جاں کی گلیوں میں
کچھ ایسے درد بھی جن کا کوئی محرم نہیں ہوتا

ریاضت ایڑیاں رگڑے نہ جب تک فن کے صحرا میں
کبھی فن کار کا چشمہ یہاں زمزم نہیں ہوتا

کبھی انوار! سناٹوں کو جنگل بھی ترستے ہیں
کبھی شبنم سے پھولوں کا بھی دامن نم نہیں ہوتا

○

رگوں میں گونجتے اشکوں کا ساگر کون دیکھے گا
لہو میں ڈوبتے تاروں کا منظر کون دیکھے گا

دھواں اٹھتا تو شاید کچھ یقیں آتا زمانے کو
پگھلتا یوں مجھے اندر ہی اندر کون دیکھے گا

قیامت اپنے گھر کی آگ پر سارے اٹھالیں گے
پرایا گھر جلے گا تو پلٹ کر کون دیکھے گا

ستم کرنا ہی ٹھہرا ہے تو کر چاہت کے پردے میں
جو پھولوں میں لپیٹا ہو وہ پتھر کون دیکھے گا

Marfat.com

یہاں تو سنگِ مرمر کی چمک پہ لوگ مرتے ہیں
مرے کچّے مکاں تیرا کھُلا در کون دیکھے گا

گلے بے خوف ہو کر ہم سے ملیے بزمِ یاراں میں
چھُپا ہے آستیں میں جو وہ خنجر کون دیکھے گا

لگا ہیں میرے گرد آلود چہرے پہ ہیں دُنیا کی
جو پوشیدہ ہے باطن میں وہ جوہر کون دیکھے گا

تری آنکھوں کی گہرائی میں ڈوبے ہیں تو جانا ہے
کہ جیسا ہم نے دیکھا ہے سمندر، کون دیکھے گا

یہاں انوارؔ دھندلائی ہوئی نظروں کی بستی میں
تری بھیگی ہوئی پلکوں کی جھالر کون دیکھے گا

○

قدر دُنیا میں نہ جانیں گے زمانے والے
بعد مرنے کے یہاں عُرس منانے والے

کیوں پہنتے ہیں تبسّم کا لبادہ خنجر
کیوں دکھاتے ہیں شہد، زہر پلانے والے

اَب تو درکار ہے یاں روز تماشا اِن کو
اَب کہاں لوگ، لگی آگ بُجھانے والے

اَب تو خوش ہوتی ہے زخموں کو جگا کر دُنیا
مر گئے پیار کے وہ پھُول کھلانے والے

Marfat.com

کتنے فنکار ہُوا کرتے ہیں پتھر کھا کر
مُسکراہٹ میں ہر اِک درد چھُپانے والے

تم اُڑو اور کرو تیز ہَوا سے باتیں
اَب تجھے یاد کہاں چال سکھانے والے

صُبح ہوتے ہی بَدل لیتے ہیں نظریں اُن سے
رات بھر خُون چراغوں کا جلانے والے

پھر مُلاقات کہاں مُلکِ عدم میں ہو گی
اپنی منزل تو بتا جا میرے جانے والے

ہم نہیں ہوں گے تو اے زیست کہاں پاؤ گی
جوڑ کے ہاتھ تجھے رو کے منانے والے

زلزلہ بن کے گزر جاتے ہیں الوؔار! اِک دن
شہر خوابوں کا نگاہوں میں بسانے والے

Marfat.com

○

رکھنا سدا سنبھال کے میری نشانیاں،
دامن میں اشک، روح میں باتیں سہانیاں

دُنیا کو انتظار ہی شاید اسی کا تھا
ہم مر گئے تو ہونے لگیں گُل فشانیاں

دیوانگی میں تھام کے بچّے کی قبر کو
اِک ماں سُنا رہی ہے ادھوری کہانیاں

اے جبر! سر پھروں کے قبیلے سے دُور رہ
ہم پر نہ چل سکیں گی تری حُکمرانیاں

دستورِ عہدِ نو کی جبیں پہ لکھا ہے یہ
رکھیے عناد، کیجیے گوہر فشانیاں

پتھر اُچھالتے ہیں گلوں میں لپیٹ کر
کرتے ہیں یار یوں بھی کبھی مہربانیاں

غربت میں تشنگی کو بجھانے کے واسطے
غربت ہی پی کے مر گئیں کتنی جوانیاں

اُس نے مرے وجود کو مٹھی میں لے لیا
جگنو کو مل رہی ہیں عجب ضو فشانیاں

بڑھنے لگیں گرانیاں ہر گام پر مگر
ہم نے بھی سر اُٹھا کے ہیں جینے کی ٹھانیاں

روشن یقیں کے نور سے انوار تھیں کبھی
جن چاہتوں کو چاٹ گئیں بدگمانیاں

Marfat.com

مہکے مہکے منظروں کے ٹوٹتے جادو کا دُکھ
باغباں : اب جھیل موسم کی بدلتی خُو کا دُکھ

دوپہر کے ہاتھ سے کٹتی رہیں کِس کی رگیں
سردیوں کی دُھوپ کیا سمجھے جُھلستی لُو کا دُکھ

درد کے تاریک رستوں سے لپٹ کے رو پڑا
شامِ غم میں روشنی ہارے ہُوئے جگنُو کا دُکھ

دھیرے دھیرے رات بھر کس آگ میں جلتا رہا
سونے والے جانتے کیا جاگتے آنسُو کا دُکھ

Marfat.com

چشمِ نم میں بھی پگھلتی جا رہی ہیں پُتلیاں
دو ہی نُقطوں میں سمٹ آیا مرے ہر سُو کا دُکھ

دامنِ دل پر گرا جو اشک تو ایسا لگا
چیخ اُٹھا ہو دشت میں جیسے کسی آہُو کا دُکھ

نکہتیں آوارہ خوشبو سے اُڑا کر لے گیا
پت جھڑوں کے خوف سے سہمی ہوئی خوشبو کا دُکھ

Marfat.com

○

میرے نغموں میں نہاں سوزِ صدائے زخم ہے
ہر طرف بکھرا ہوا رنگِ حنائے زخم ہے

اِس طرف اُجڑا ہوا ہے میرے خوابوں کا نگر
اور اُدھر تیری تمنا، مبتلائے زخم ہے

ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں بے حسی کے دائرے
زندگی! یاں کون تیرا آشنائے زخم ہے

Marfat.com

پُرسشِ احوال پر آنسُو چھلکتے تھے کبھی
مُسکرا دیتا ہُوں اب یہ انتہائے زخم ہے

کم نگاہوں میں اُجالے بانٹنے کا ہے صِلہ
آج ہاتھوں میں چراغوں کی بجائے زخم ہے

شہر کی اِن اُلجھی اُلجھی بولیوں کی بھیڑ میں
اِک ترا لہجہ ہے جو وجہِ شفائے زخم ہے

سوچتا ہُوں کیسے دکھلاؤں اُسے اپنا لہُو؟
جسم پر انوارؔ اُس کے بھی قبائے زخم ہے

Marfat.com

جی چاہتا ہے غم کے قصے سُنا سُنا کر
آنسو ترے سمیٹوں تجھ کو رُلا رُلا کر

اِک ہاتھ چُنتے چُنتے کانٹے لہو میں تر ہے
اِک ہاتھ جل گیا ہے شمعیں جلا جلا کر

پھینکا ہے مجھ کو لا کے دریا میں تشنگی نے
مارے گا اَب یہ دریا، پانی پلا پلا کر

کرنا ہی طنز ہے تو ہنسنے کا کیا تکلّف؟
کیوں زہر دے رہے ہو زمزم مِلا مِلا کر

Marfat.com

تُو بھی اُٹھا فصیلیں لیکن یہ یاد رکھنا
بڑھتی ہیں چاہتیں بھی رستے بنا بنا کر

قد چھیننے میں سُورج ناکام ہو گیا تو
بہلا رہا ہے خُود کو سائے گھٹا گھٹا کر

تنہائی سے لپٹ کے اِک بار کُھل کے رو لو
کب تک جیو گے آخر آنسُو چُھپا چُھپا کر

دیوار و دَر رہے ہیں ویراں بغیر تیرے
دیکھا ہزار ہم نے گھر کو سجا سجا کر

کیسے یہ راہبر ہیں انوارؔ! رہرووں کو
منزل دکھا رہے ہیں آنکھیں بُجھا بُجھا کر

Marfat.com

○

شہرِ ستمگراں میں سہارا ہے تیرا نام
کربِ ہجومِ غم میں دلاسا ہے تیرا نام

گزرے سماعتوں سے تو مہکے حریمِ جاں
خوشبو بھری بہار کا جھونکا ہے تیرا نام

رگ رگ میں بج اُٹھا ہے کوئی جلترنگ سا
دھیرے سے کس نے کان میں بولا ہے تیرا نام

دیکھوں تو چند حرف، اگر ڈوب جاؤں تو
ساتوں سمندروں سے بھی گہرا ہے تیرا نام

راحت، بہار، چاندنی، خوشبو، دھنک، صبا
یکجا کریں جو سب کو تو بنتا ہے تیرا نام

شہنائیاں ہیں دھڑکنیں، بارات چاہتیں
دُلہن ہے روح میری تو دولہا ہے تیرا نام

Marfat.com

ناؤ مرا وجود ، ہوا ہے ترا خیال
دریا ہے درد اور کنارا ہے تیرا نام

روشن ہے صبح ، اُس سے بھی روشن ہے تیری ذات
اُجلی ہے دُھوپ ، دُھوپ سے اُجلا ہے تیرا نام

دیتا ہے میرا دل اُسے بے ساختہ دُعا
جب کوئی شخص پیار سے لیتا ہے تیرا نام

لگتا ہے جیسے رقص میں سب کائنات ہے
جب بھی مری زبان پہ آتا ہے تیرا نام

کانٹے ملا کے مَیں نے بنایا ہے اپنا دل
اُس پر گلوں کو جوڑ کے لکھا ہے تیرا نام

ہر ہر قدم پہ ساتھ ہے انوار کے سدا
ہر سانس کے سفر کا اثاثہ ہے تیرا نام

ہاتھ پھیلے ہیں کسی دشت کے دامن کی طرح
ابر میں ڈھل کے برس جا کبھی ساون کی طرح

بال کھولے ہوئے روتی ہے مری تنہائی
ایک اُجڑی ہوئی بے خواب سہاگن کی طرح

چند لمحات نہیں، عُمر گزاری میں نے
جسم سے رُوح کے ٹوٹے ہوئے بندھن کی طرح

قافلے یاد کے ڈھونڈیں گے مگر میں اِک دن
وقت کی بھیڑ میں کھو جاؤں گا بچپن کی طرح

آہٹیں دل پہ اُتر آتی ہیں دستک بن کر
سینۂ شب میں دھڑکتا ہے تُو دھڑکن کی طرح

آشیاں آج اگر زد میں ہے انوارؔ! تو کیا
زد میں حالات بھی آئیں گے نشیمن کی طرح

Marfat.com

شہرِ خموشاں

مِری غزلیں ہیں وُہ شہرِ خموشاں
جہاں بنتی ہیں قبریں کاغذوں کی
ہوائے غم اُٹھا لاتی ہے جس میں
کفن لفظوں کے لاشیں آنسوؤں کی

Marfat.com

رُوح میں چھوڑ کے بھونچال گزر جاتا ہے
یُوں مری عُمر کا ہر سال گزر جاتا ہے

آنکھ بُنتی ہے ہر اک شب کو نیا اِک سپنا
دن مگر چل کے نئی چال گزر جاتا ہے

زندگی! میں تیرے بازار سے گزرا، جیسے
ہاتھ مَلتا ہوا کنگال گزر جاتا ہے

جو مرے حالِ پریشاں پہ تڑپ اُٹھتا تھا
اب وہی دیکھ کے احوال گزر جاتا ہے

چیرنے آتا ہے پربت کا جگر جو رہبر
کھود کے راہ میں پاتال گزر جاتا ہے

رسّیاں کاٹنے آتا ہے جو اوتار! وہی
پھینک کر ایک نیا جال گزر جاتا ہے

کیا ضروری ہے کہ بے جان ہوں سارے پتھر
میں نے سینوں میں دھڑکتے ہوئے دیکھے پتھر

سوچنا! کس نے ہمیں سنگ صفت کر ڈالا
آئینہ ہوتے جو تم، ہم بھی نہ ہوتے پتھر

مشکلیں اشک بہانے سے نہ آساں ہوں گی
زورِ دریا نہ کبھی ابر سے پگھلے پتھر

عہدِ خوشحال میں جس سمت سے پھول آتے تھے
وقت بدلا تو اسی سمت سے آئے پتھر

Marfat.com

آگ لفظوں کے تصادم سے بھڑک اُٹھی ہے
جیسے ٹکرا کے اُگلتے ہیں شرارے پتھر

زخم بھی اِن کے مہک اُٹھتے ہیں خوشبو بن کر
پھول لگتے ہیں مجھے راہِ وفا کے پتھر

جانے کس کس پہ پڑی ہوں گی تمھاری نظریں
مَیں نے چُن چُن کے ترے شہر کے چُومے پتھر

اپنی دستار بچاؤں کہ سنبھالوں خود کو
سر پہ طوفان ہیں اور پاؤں کے نیچے پتھر

Marfat.com

کچھ آنسو کچھ زخم چھپائے پھرتے ہیں
ہم بھی کیا کیا بوجھ اٹھائے پھرتے ہیں

اپنے اپنے بوجھل بوجھل کاندھوں پر
اپنی اپنی لاش اٹھائے پھرتے ہیں

لرزاں ہیں کس خوف سے جاں کی دیواریں
بستی بستی ہم گھبرائے پھرتے ہیں

برف جمی ہے ہونٹوں پہ سناٹوں کی
سوچوں میں طوفان بسائے پھرتے ہیں

Marfat.com

چیخوں کے انبار میں ہم شہنائی کی
دل کو جھوٹی آس دلائے پھرتے ہیں

تعبیروں کی اُجڑی اُجڑی آنکھوں میں
سپنوں کی تصویر سجائے پھرتے ہیں

پگھلاتی رہتی ہے پل پل یاد وہی
ہم جس یاد کے اوڑھ کے سائے پھرتے ہیں

کوئی ہم کو بھول گیا تو شکوہ کیا
ہم خود اپنا آپ بھلائے پھرتے ہیں

کیسے ہو انوارؔ اُجالا آنکھوں میں
خوابوں کے سورج گہنائے پھرتے ہیں

Marfat.com

درد کی راکھ سے اٹھے آنسو
اب تو خوابوں سے بڑھ گئے آنسو

عمر بھر روشنی رہی گھر میں
خواب ٹوٹے تو جل اُٹھے آنسو

سب نے روشن کیے چراغ اپنے
مَیں نے دیوار پہ دھرے آنسو

تُو نہ آیا تو تیری حسرت میں
گر کے پلکوں سے مر گئے آنسو

Marfat.com

کچھ نہ کہنا بھی کہہ گیا سب کچھ
سِل گئے لب تو بول اُٹھے آنسُو

جن پہ ہم نے گلاب چھڑکے تھے
ہائے وُہ لوگ دے گئے آنسُو

لوگ اُگاتے ہیں رات کی رانی
مَیں نے آنگن میں بو دیئے آنسُو

منتظر ہیں کسی کی آہٹ کے
شب کی پلکوں پہ جاگتے آنسُو

بات کر، چھیڑ داستاں کوئی
اے مرے ہم سفر! مرے آنسُو

رنگ بھرنے چلا تھا جیون میں
اور دامن میں بھر لیے آنسُو

Marfat.com

کس نے دیکھے ہیں میری آنکھوں میں
ڈوبتے خواب، تیرتے آنسو

آج بھی پتھروں میں تلتے ہیں
کیا ترے اور کیا مرے آنسو

مسکرانے کو لب ہلاتے تھے
اور آنکھوں میں آ گئے آنسو

تو کبھی مجھ کو حوصلہ دیتا
میں کبھی پونچھتا ترے آنسو

چھین کر خواب کتنی پلکوں میں
زندگی نے پرو دیئے آنسو

پھول دیکھوں تو یاد آتے ہیں
اس کے رخسار پہ ڈھلے آنسو

Marfat.com

موسمِ وصل میں جو بوئے تھے
موسمِ ہجر میں اُگے آنسو

اور کتنا ہے فاصلہ باقی؟
پُوچھتے ہیں یہ ہانپتے آنسو

چہرہ ایسی کتاب ہے جس میں
دستِ قُدرت نے لکھ دیئے آنسو

کھو گئے رتجگوں کے جنگل میں
ڈھونڈتے ڈھونڈتے تجھے آنسو

کوئی دُکھ تھا نہ تھی خُوشی کوئی
بے سبب آج بہہ گئے آنسو

درد آ، گُنگنا غزل میری
مَیں نے لفظوں میں بھر دیئے آنسو

Marfat.com

خواب کی جڑ میں آب زر ڈالا
خواب کی شاخ پر کھلے آنسو

تکتے رہتے ہیں گھر کی ویرانی
میری پلکوں کی اوٹ سے آنسو

ڈھل چکی رات اے غمِ ہجراں!
تو بھی سو جا، کہ سو گئے آنسو

ضبط حد سے گزر گیا جب بھی
توڑ کر بند، بہہ گئے آنسو

کہکشاں بن گئی ہنسی تیری
خاک میں مل گئے مرے آنسو

کیا بجھائیں گے تشنگی میری
پیاس کی آگ پھانکتے آنسو

Marfat.com

دامنِ گُل پہ صُورتِ شبنم
رات کی آنکھ سے گرے آنسُو

پاس آئے تو ڈوب جاؤ گے
دُور سے دیکھنا مرے آنسُو

وقت اِنوار یُوں گزارا ہے
کھا لیے زخم پی لیے آنسُو

Marfat.com

دھوپ چھاؤں کا سفر

سُکھ کی چھاؤں اور دُکھ کی دھوپ میں
قافلہ رہتا ہے سانسوں کا رواں

چند لمحوں کے لیے آتا ہے پھر
رُخ بدل لیتا ہے خوشیوں کا سماں

چھوڑ جاتی ہیں اچانک راحتیں
آدمی کو وحشتوں کے درمیاں

کچھ قدم رہتا ہے سایہ ہم سفر
سر سے اُڑ جاتا ہے پھر ہر سائباں

Marfat.com

دُور تک جاتا ہے صحرا دُھوپ کا
ہم قدم رہتی ہیں غم کی آندھیاں

عید کا بس ایک دن ہے سال میں
اور ہے دس دن محرّم کی فغاں

بجلیوں کی مُسکراہٹ ایک پَل
اَبر روتا ہے مگر پہروں یہاں

مختصر ہوتے ہیں قصّے طرَب کے
کرب کی ہوتی ہے لمبی داستاں

جلتی بُجھتی رَہگذر ہے زندگی
دُھوپ چھاؤں کا سفر ہے زندگی

Marfat.com

○

دشت میں سائے کی ضد، مت اے دلِ ناداں! کر
چل غموں کی دھوپ میں زخموں کی چادر تان کر

کرچیاں بکھرے ہوئے خوابوں کی پلکوں پر سجا
درد کے مضمون کا پیدا نیا عنوان۔ کر

لب جلا ڈالے سرابوں کی جھلستی ریت نے
تشنگی لپکی جہاں پانی کا چشمہ جان کر

Marfat.com

چاٹ اب ظلمت، تجھے کس نے کہا تھا بے خبر
جگنوؤں کی آس میں گھر کے دیئے ویران کر

ٹھوکریں کھا کے پلٹ آنے میں دشواری نہ ہو
جانے والے جا مگر سب راستے پہچان کر

آ رہی ہے ایک ان دیکھے نگر سے یہ صدا
زندگی! اگلے سفر کا بھی کوئی سامان کر

خواہشیں انور! ہیں مرگِ صدا سے آشنا
چیخ اور خاموش جنگل اور بھی سنسان کر

Marfat.com

○

برس رہے ہیں سحاب تیرے
نظر میں رِم جھم ہیں خواب تیرے

سحر ہے یا کوئی دھیرے دھیرے
اُلٹ رہا ہے نقاب تیرے

چراغ، سورج، کرن، ستارا
غزل میں سارے خطاب تیرے

کچھ ایسے دُکھ سُکھ کو بانٹ لیں آ
عذاب میرے، گلاب تیرے

Marfat.com

میں آگ پہنوں، تو لہر اوڑھے
یہ دشت میرے، چناب تیرے

وہ بکھرے بکھرے سوال میرے
وہ مہکے مہکے جواب تیرے

وفا، محبّت، جمال، لہجہ
رہیں سلامت شباب تیرے

پڑھیں گے انوار جلتے آنسو
یہ حرف حرف اضطراب تیرے

Marfat.com

خُدا کرے کہ سلامت رہے مرا گلشن
چھپے ہوئے ہیں درختوں کی اوٹ میں دشمن

رُتوں کے جبر کا مارا لہو اُگلتا ہے
گلوں کے شہر میں یہ خاک پھانکتا جیون

کہاں ہے تو میرے آنسو سمیٹنے والے
ترے بغیر یہ کتنے گزر گئے ساون

ہوا ہے دل جو شکستہ تو یہ عجب کیا ہے
کہ ایک دن تو بکھرنا تھا کانچ کا برتن

تو آپ آئے تو عالم ہی اور ہو گھر کا
فقط خیال سے تیرے مہک اُٹھا آنگن

کہاں تھا رات کے پھیلے ہوئے اندھیرے میں
ہوئی جو صبح تو سورج بھی ہو گیا روشن

زمیں سحر کے اجالے سمیٹ کر خوش ہے
فلک پہ کتنے ستاروں کا لُٹ گیا جوبن

کبھی جو وقت کی گلیوں میں چھوڑ آئے تھے
پلٹ رہا ہے بڑھاپے میں پھر وُہی بچپن

وہ حبسِ ذات کا انوار یُوں مداوا ہے
ہو جیسے قبر کے زِنداں میں خُلد کا روزن

Marfat.com

بیٹھ کر حالات کے زنداں میں رونے کے لیے
زندگی! مَیں نے تجھے پایا تھا کھونے کے لیے

اَب نہیں فرصت اُٹھاؤں اپنا لاشہ دوش پر
جی رہا ہوں دُوسروں کا بوجھ ڈھونے کے لیے

ابرِ باراں، اشک، شبنم سب گریزاں ہیں تو کیا؟
ہے بہت خونِ تمنّا زخم دھونے کے لیے

کر گئی ہے خشک، آنکھوں کو تپش حالات کی
چند آنسو بھیج دے، پلکیں بھگونے کے لیے

Marfat.com

ڈوبنے کے واسطے دریا ضروری تو نہیں
تشنگی کافی ہے میرے غرق ہونے کے لیے

سامنے آئیں تو ہنس ہنس کر گلے ملتے ہیں جو
تاک میں ہیں پشت کی خنجر چبھونے کے لیے

پوچھتے ہو کیا متاعِ اہلِ غم اس شہر میں
پھانکنے کو خاک ہے فٹ پاتھ سونے کے لیے

ڈال کر دامن میں میرے چل دیا انوارؔ وہ
کچھ گہر آہوں کے سانسوں میں پرونے کے لیے

Marfat.com

دراڑیں

دیکھ کر بیٹے کا لاشہ سامنے
برچھیاں آنکھوں میں جیسے گڑ گئیں
چیخ ماری ماں نے رکھ کے دل پہ ہاتھ
آسماں میں بھی دراڑیں پڑ گئیں

Marfat.com

"ہر شہر میں جنگل پھیل گیا"

کس صُبح کا سپنا دیکھا تھا
کس شام کا آنچل پھیل گیا
ہر موڑ پہ وحشت گونج اُٹھی
ہر شہر میں جنگل پھیل گیا

اک بستی کے حالات نہیں
اک دو قریوں کی بات نہیں
ہر نگری میں، ہر گلشن میں
ہر مسکن میں، ہر آنگن میں
صحراؤں میں، کہساروں میں
ان گلیوں میں، بازاروں میں

Marfat.com

ہر خواب کو ظلمت چاٹ گئی
ہر آنکھ میں کاجل پھیل گیا
ہر موڑ پہ وحشت گونج اُٹھی
ہر شہر میں جنگل پھیل گیا

یہ کیسی چھینا جھپٹی ہے
یہ کیسی مارا ماری ہے
یہ کیسا شور شرابہ ہے
یہ کیسا خون خرابہ ہے
چنگھاڑ یہ کیسی آتی ہے
جو دہشت بن کر چھاتی ہے
یوں نکلا غول درندوں کا
ہر جانب جنگل پھیل گیا
ہر موڑ پہ وحشت گونج اُٹھی
ہر شہر میں جنگل پھیل گیا

ہر سمت صلیبیں بوتے ہیں
خود چین سے ظالم سوتے ہیں
کھلتے ہی آنکھیں پھوٹ گئیں
سب آس اُمیدیں ٹوٹ گئیں
کیا سوچا تھا کیا دیکھا ہے
ہر سانس لہو کی ریکھا ہے
انسان کا سینہ چاک ہوا
اور مقتل مقتل پھیل گیا
ہر موڑ پہ وحشت گونج اُٹھی
ہر شہر میں جنگل پھیل گیا

یہ کیسی آگ کی دھونی ہے
کیوں منظر خونی خونی ہے
کیوں رستہ رستہ جلتا ہے
کیوں آس کا سورج ڈھلتا ہے
پُر نور سحر کب پھوٹے گی؟
زنجیرِ ستم کب ٹوٹے گی؟

Marfat.com

اب رحم و کرم فرما مولا !
دُکھ درد کا بادل پھیل گیا !
ہر موڑ پہ وحشت گونج اُٹھی
ہر شہر میں جنگل پھیل گیا

Marfat.com

زرد رُتوں میں ہم نے سوچوں کو بہلانا سیکھ لیا ہے
تنہائی کے بنجر بن میں خواب اُگانا سیکھ لیا ہے

روشن کرتے رہنا اشکوں سے بے نور چراغوں کو
پھر اک جھونکا بن کے سارے دیپ بجھانا سیکھ لیا ہے

کون بتائے آخر کس کو، کس نے، کتنا لوٹا ہے؟
بستی بستی چوروں نے بھی شور مچانا سیکھ لیا ہے

چاٹ لیے ہیں جوبن سارے رنگ اُڑاتی دھوپ نے یوں
اب تو کاغذ کے پھولوں نے بھی مُرجھانا سیکھ لیا ہے

Marfat.com

کِس کے شیریں لہجے کی اب بات کریں کہ لوگوں نے
میٹھی میٹھی باتوں میں بھی زہر پلانا سیکھ لیا ہے

جلتے بجھتے موسم ہوں یا کیسی رُت ہو ہم نے بھی
اُس کی خوشبو سے گھر بیٹھے گھر مہکانا سیکھ لیا ہے

اَب تو اکثر سینے سے انورؔ یہ باہر رہتا ہے
جب سے دل نے اِس نگری میں آنا جانا سیکھ لیا ہے

Marfat.com

میرے پاؤں میں وُہی غم کا بھنوّر ہے آج بھی
خواب اُجڑے ہیں مرے ویراں نظر ہے آج بھی

آج بھی لپٹی ہوئی ہیں تن بدن سے وحشتیں
رات سے تاریک اپنی رہگذر ہے آج بھی

ایک سایہ تھا مرے ہمراہ، وُہ بھی چھن گیا
یُوں سرِ صحرائے شب تنہا سفر ہے آج بھی

چاٹتے رہتے تھے خوں پہلے بھی سنّاٹے مرا،
آج بھی پتھرّ ہیں لب، سنسان گھر ہے آج بھی

Marfat.com

کس نے پھینکا تھا کماں میں رکھ کے شعلہ سا کوئی
رُوح میں اُس کی حرارت کا اثر ہے آج بھی

عظمتِ انسان کا معیار کل بھی زر ہی تھا
عظمتِ انسان کا معیار، زر ہے آج بھی

بے نیازانہ وُہ جن راہوں سے گزرے تھے کبھی
اُن حسیں راہوں پہ میرا خم یہ سر ہے آج بھی

کب سے وُہ گلیاں مری جھنکار سے محرُوم ہیں
منتظر میرا وُہ گاؤں کا شجر ہے آج بھی

اِک جھلک دیکھے ہُوئے جس کی زمانہ ہو گیا
اُس کے چہرے کی نگاہوں میں سحر ہے آج بھی

Marfat.com

○

نہ لب پہ شکوہ نہ دل میں شکایتیں رکھنا
کثافتوں سے بچا کر محبتیں رکھنا

رہے یہ درد بدن کے غلاف میں لپٹا
چھپا کے روح میں غم کی عنایتیں رکھنا

ہے گُل سے پیار کا دعویٰ تو نامناسب ہے
اُسی کی شاخ کے کانٹوں سے نفرتیں رکھنا

بکھر نہ جائیں یہ شہرِ وفا کی دیواریں
حدودِ عشق سے باہر سیاستیں رکھنا

گڑی ہیں رہ میں صلیبیں اگر مسافت کی
سجا کے طاقِ تصور میں قربتیں رکھنا

Marfat.com

یہ کیسا دَور ہے یارب کہ شر کی بستی ہیں
عذابِ جاں ہے ہمارا شرافتیں رکھنا

ستم زدوں کو یہ حالات خود سکھاتے ہیں
دِلوں میں آگ، سَروں میں بغاوتیں رکھنا

بجھے بجھے سے چراغوں کو دیکھتے کیا ہو؟
کہا تھا کس نے ہواؤں سے اُلفتیں رکھنا

مجھے کسی سے نہیں کچھ گلہ زمانے میں
بس ایک تو نہ زمانے سی عادتیں رکھنا

میں ایک شب کا مُسافر ہوں جاگتے لمحو!
نہ پیار کرنا، نہ مجھ سے عداوتیں رکھنا

یہ درد و سوز، یہ انورؔ! غم کی سوغاتیں
بہت سنبھال کے اُس کی امانتیں رکھنا

شہکار

اگر چشمِ تصوّر میں
تجھے دیکھوں، تجھے سوچوں
تو لگتا ہے کہ جیسے میری پلکوں کے دریچوں میں
دھنک سی آن اُتری ہو

کبھی چشمِ تصوّر میں
جو تجھ سے بات کرتا ہوں
تو ٹھہرا لگتا ہے
مجھے ہر پل، ہر اک لمحہ
میں ان لمحوں کے جھرمٹ میں
تری باتوں، ترے لفظوں کے موتی چنتا رہتا ہوں
تو پھر ان موتیوں سے
کہکشائیں بُنتا رہتا ہوں

Marfat.com

نہیں یہ بات کچھ پل کی
دِنوں کی ہے نہ برسوں کی
کہ تیری رُوح سے میرا کئی صدیوں کا رِشتہ ہے
بتا مجھ کو
مری اس رُوح کی بے چین وادی میں
تو کس نگری سے آیا ہے ؟
بتا ؛ یہ کیا کرشمہ ہے ؛
یہ کیسا تیرا جادُو ہے ؛

ہنسے جو تُو
تو تیرے ساتھ کلیاں کیوں چٹکتی ہیں ؟
دھڑکتا ہے جو دل تیرا
تو تیرے دل سے میری دھڑکنیں بھی کیوں دھڑکتی ہیں !
جہاں سے تُو گزر جائے
وہ راہیں دیر تک تیری مہک سے کیوں مہکتی ہیں ؛

ہوائیں
تجھ کو چھُو لیں تو
بتا ، بے رنگ و بُو رستوں پہ افشاں کیوں چھڑکتی ہیں ؛

Marfat.com

تو یاد آئے

تو تیری یاد کی گلنار ٹہنی پہ
بتا کیوں میری افسردہ تمنّائیں چہکتی ہیں ؛
میں جاگوں تو شبِ غم میں
تمہاری آرزو کی ان گنت پرچھائیاں آکر
مجھے باہوں میں لے کے کیوں محبّت سے تھپکتی ہیں ؛
کبھی چشمِ تصوّر میں
پریشاں تجھ کو دیکھوں تو
بتا کیوں میری آنکھیں بھی ترے غم میں چھلکتی ہیں ؛

اگرچہ عالم ہُو ہے
مگر تو میرے ہر سُو ہے
دھنک ہے تو کہ خوشبو ہے
تو تارا ہے کہ جگنو ہے
بتا مجھ کو کہ کیا تو ہے
یہ کیسا تیرا جادو ہے !

تو بولے تو
بہاریں دھیرے دھیرے مسکراتی ہیں

Marfat.com

تو رُوٹھے تو
گلابوں کی رُتیں تجھ کو مناتی ہیں
تو چل دے تو
ہزاروں رنگ دھرتی پر بکھرتے ہیں
تو تک لے تو
ستارے حجلۂ جاں میں اُترتے ہیں
تو ایسا دلرُبا ہے
تو وہ شہکارِ مشیّت ہے

کہ قدرت نے ہوا سے نرمیاں لیں، ابر سے بوندیں
مہک لی کھلتی کلیوں سے، ترنّم آبشاروں سے
دھنک سے رنگ، پھولوں سے تبسّم، نغمہ کوئل سے
تمازت دھوپ سے، شبنم سے ٹھنڈک ضو ستاروں سے

بلا کے حُسنِ عالم کو تجھے رب نے بنایا ہے
بنا کے پھر مری یادوں کے آنگن میں بسایا ہے

Marfat.com

پلکوں پہ ہر اِک اشک پِرویا نہیں جاتا
آنکھوں سے ہر اِک زخم کو دیکھا نہیں جاتا

یہ کام تو لہجے سے بھی لے لیتی ہے دُنیا
ہر سنگ کو ہاتھوں سے اُچھالا نہیں جاتا

لہریں بھی چلیں ساتھ ضروری تو نہیں ہے
ہر ناؤ کے ہمراہ تو دریا نہیں جاتا

تعبیر اگر اِس کے مقدّر میں نہیں ہے
کیوں چھوڑ کے پھر آنکھ کو سپنا نہیں جاتا

جس یاد سے زندہ ہُوں اُسے کیسے بھُلا دُوں
خود سانس کی ڈوری کو تو کاٹا نہیں جاتا

Marfat.com

رُک جاتی ہے ہر سوچ درِ یار پہ جا کر
اُس در سے پرے کوئی بھی رستہ نہیں جاتا

اُس موڑ سے ہو جاتا ہے آغازِ جنُوں کا
انجام جہاں عشق کا سوچا نہیں جاتا

ہمّت ہے تو پھر کھینچ لو سُورج کی طنابیں
ڈھلتے ہُوئے سائے کو تو روکا نہیں جاتا

اُترو بھی مرے اشک سمندر میں کسی دن
ساحل سے تو گہرائی کو ناپا نہیں جاتا

رہتا ہے مرے ساتھ رواں دھُوپ نگر میں
سر سے تری دیوار کا سایا نہیں جاتا

کیوں ظُلم کے انوار! پگھلتے نہیں پتّھر
کیوں جبر کا نسلوں پہ اِجارا نہیں جاتا

اَوقات

دِن رات کی گردش برحق ہے دن رات بدلتے رہتے ہیں
حالات پہ کیوں حیرت ہو مجھے حالات بدلتے رہتے ہیں
موسم بھی رنگ بدلتا ہے کیا شکوہ موسم سے لیکن
افسوس ہے اُن پر جو اپنی اوقات بدلتے رہتے ہیں

Marfat.com

تنہائی میں سرگم گھولو!
یادو! چُپ کے بندھن کھولو

عشق ستارہ، عشق سمندر
کرنیں پالو، دامن دھولو

محفل محفل زخم سمیٹو
تنہائی میں جا کے رو لو

جاہل جاہل کہلاؤ گے
اِتنا بڑھ چڑھ کے مت بولو

Marfat.com

یا منزل کی آس نہ رکھو
یا رستوں کے بیچ نہ ڈولو

خود بھی زخمی ہو جاؤ گے
مت اوروں کے زخم ٹٹولو

ہم پر تہمت بھی دھر لینا
پہلے اپنے داغ تو دھولو

عزّت کا معیار یہی ہے
قد ناپو، دستار کو تولو

نیندوں کی خیرات کہاں اب
جلتی آنکھوں کے کشکولو!

آنسو موتی، آنسو گوہر
مٹی میں انوار! نہ رولو

Marfat.com

برس جاتا ہے جس کو دیکھ کے ساون شراروں میں
وہ ایسا شخص کوئی ایک ہوتا ہے ہزاروں میں

ترنم قہقہوں کی آبشاروں کا بجا لیکن
مزا کچھ اور ہی ہے بیٹھنے کا غم کے ماروں میں

یہ کس بے درد کی غیرت کا لاشہ آ گرا ہم میں
یہ کس نے طنز کا پھینکا ہے پتھر اشکباروں میں

گہر چاہت کے پاؤ گے نہ رنگوں کے سمندر میں
ملیں گے تم کو یہ انمول موتی خاکساروں میں

Marfat.com

سُنائی دے رہی ہے بازگشت اُس کی مجھے اب بھی
کہ جیسے گونجتی ہو اِک صدا سی کوہساروں میں

مری خوشیوں کے رہزن ہی مری خوشیوں میں شامل تھے
ملے گا میرا قاتل تم کو میرے سوگواروں میں

اُسے خوشبو بھرے جھونکوں سے بھی تکلیف ہوتی ہے
جلا ہو ڈھیر سے آشیاں جس کا بہاروں میں

چھلک جاتا ہے غم انورؔ! آنسو بن کے آنکھوں سے
کہ یہ دریا نہیں رہتا کبھی اپنے کناروں میں

Marfat.com

○

کچھ کم نہیں تھیں دن کی دہکتی اذیّتیں
ہمراہ لے کے آئی ہے شب بھی اذیّتیں

تشنہ لبی نے نیند کے جنگل جلا دیئے
کب تک لہو پئیں گی یہ پیاسی اذیّتیں

ہنسنے کی عمر ہیں نے تڑپ کر گزار دی
آدھے سفر میں کاٹ لیں پوری اذیّتیں

یارب! لہو اُگلنے لگی زندگی مری
اب تو کوئی سمیٹ لے میری اذیّتیں

Marfat.com

سہ سہ کے کرب کاٹ لیا جب کوئی سفر
تھیں سامنے اِک اَور سفر کی اذیتیں

اب تو ہر ایک موڑ پہ پانی کی بُوند سے
رِستا ہے خُوں، خُوں سے رِستی اذیتیں

گُزرا نہ ہو جو خود کسی آزار سے، وُہ دل
محسوس کیا کرے گا کسی کی اذیتیں

خُوشیاں مرے نصیب کی دے دے تجھے خُدا
دامن میں میرے ڈال دے تیری اذیتیں

اَنوَار! بھُول جاتے ہیں مجھ کو یہ غم مِرے
پھرتی ہیں جب نگاہ میں اُس کی اذیتیں

ڈر کھلنے کا عکس نظر میں رہتا ہے
سوچیں گھر میں، جسم سفر میں رہتا ہے

پل پل ہے اک دھڑکا رو نہ جانے کا
دل لمحوں کی راہگذر میں رہتا ہے

جرأت کا خوں پلانا کوئی دیکھے کیا
یاں تو سب کا دھیان ثمر میں رہتا ہے

عمر گھٹتی ہے سانس کے ہر ہر چکر میں
لگتا ہے انسان صفر میں رہتا ہے

تنہائی کا ہو یا ہو خدشوں وہموں کا
اک نہ اک آسیب تو گھر میں رہتا ہے

ربط اچانک توڑنے والے سوچ ذرا
کچھ تو شب کا رنگ سحر میں رہتا ہے

ہلکی ہلکی آنچ میں جلتا رہتا ہوں
میٹھا میٹھا درد جگر میں رہتا ہے

میں اک جلتے درد نگر کا باسی ہوں
تو بتلا کس روپ نگر میں رہتا ہے

دیتا ہے انور! دعائیں ساحل کی
مجھ کو جو اک شخص بھنور میں رہتا ہے

Marfat.com

بکھرتی سوچوں میں گم سدا محوِ یاس رہنا ہری رُتوں میں
کہاں سے سیکھا ہے تو نے اے دل! اُداس رہنا ہری رُتوں میں

بہار آئی مگر نہ لائی وہ میرے خوابوں کے سبز پتے
غضب ہے شاخِ شجر کا یوں بے لباس رہنا ہری رُتوں میں

تجھے نہ پا کر کہیں پلٹ ہی نہ جائیں خوشبو بھری ہوائیں
مجھے اکیلا نہ چھوڑنا، میرے پاس رہنا ہری رُتوں میں

خزاں کے ہاتھوں جو پیڑ اُجڑے دکھائی دیتا ہے سب کو لیکن
بہت کٹھن ہے نگاہ کا غم شناس رہنا ہری رُتوں میں

Marfat.com

مجھے بھی لینے دے سانس، تو بھی سکون لے دُکھ کے زرد سائے
نہیں مناسب ترا محیطِ حواس رہنا ہری رُتوں میں

ہیں سانپ اب بھی چنبیلیوں میں ہیں اب بھی سہمے ہوئے نشیمن
چمن کو کب تک ہے یُوں ہی وقفِ ہراس رہنا ہری رُتوں میں

گلاب لفظوں سے رنگ بھرنا، اُداس لمحوں کی پتیوں میں
نظر کے پھیکے ثمر کی بن کے مٹھاس رہنا ہری رُتوں میں

Marfat.com

کچھ منظر ایسے ہوتے ہیں
ہر آن جو سوچوں یادوں کے
رومال میں لپٹے رہتے ہیں
جو آنکھ سے اوجھل رہ کر بھی
احساس کے کورے کاغذ پہ
کچھ رنگ سے بھرتے رہتے ہیں
جب لمحے چپ ہو جاتے ہیں
وہ باتیں کرتے رہتے ہیں

Marfat.com

کچھ ساگر ایسے ہوتے ہیں
جو چپکے چپکے پلکوں کے
اُس پار مچلتے رہتے ہیں
جب زرد ہوائیں چلتی ہیں
جب درد دریچے کھلتے ہیں
جب خواب نگر جل جاتے ہیں
وہ اشکوں میں ڈھل جاتے ہیں

کچھ پتھر ایسے ہوتے ہیں
جو لمحہ لمحہ سینے میں
بیکار دھڑکتے رہتے ہیں
انفاس کی جلتی شمعوں پہ
ظلمات چھڑکتے رہتے ہیں
جو چاہت سے کتراتے ہیں
اور پھر بھی دل کہلاتے ہیں

تیرے پلٹ جانے کا غم

لمحہ لمحہ جل رہا ہو جو جھلستی دھوپ میں
پوچھنا اس دشت سے بادل کے چھٹ جانے کا غم
زندہ کر جاتی ہے ہم کو تیرے آنے کی خوشی
مار جاتا ہے ہمیں تیرے پلٹ جانے کا غم

Marfat.com

سب سے چاہت کا سلسلہ رکھنا
پھر بھی تھوڑا سا فاصلہ رکھنا

کتنا مشکل ہے زخم کھا کر بھی
دل میں جینے کا حوصلہ رکھنا

سہتے رہنا ستم بھی کانٹوں کے
اور چہرہ بھی پھول سا رکھنا

لذتِ درد بانٹتے ہیں ہم
ہم فقیروں سے رابطہ رکھنا

Marfat.com

میں اُجالوں میں ڈھل کے آؤں گا
تو دریچہ سدا کُھلا رکھنا

ایسے لگتے ہو اور بھی پیارے
خود کو یونہی ذرا خفا رکھنا

اب تو سانسیں بھی سونپ دیں تجھ کو
اب نہ ہم سے کوئی گِلہ رکھنا

عقل راہوں میں رول دیتی ہے
عشق کو اپنا رہنما رکھنا

اس کی خوشبو ہے زندگی انورؔ
درد کا گلستاں ہرا رکھنا

Marfat.com

تو ہجومِ کرب میں تھا مگر تجھے حوصلہ بھی نہ دے سکا،
میرے پاس تھی جو ترے لیے، تجھے وہ وفا بھی نہ دے سکا

میرے پاس بھی تو الم ہی تھے، غمِ زندگی کے ستم ہی تھے
میں تمہیں تمہاری محبتوں کا کوئی صِلہ بھی نہ دے سکا

میرے پاؤں بھی تھے بندھے ہوئے، میری آنکھ میں بھی غبار تھا
تجھے منزلوں کا سُراغ کیا، میں تو راستہ بھی نہ دے سکا

اے مسافرِ شبِ زندگی! یہ تو بتا کہ کیسے کٹا سفر
مجھے معاف کر ترے ہاتھ میں، میں کوئی دِیا بھی نہ دے سکا

Marfat.com

یتری جُور جُور وہ خواہشیں، جو تھکن سے ٹوٹ کے گر پڑیں
اُنہیں کہکشائیں تو کیا رہیں، مَیں تو بوریا بھی نہ دے سکا

میری بے بسی کی ہَواؤں نے، میرا لفظ لفظ بُجھا دیا
میرے پاس سے تو گزر گیا، مَیں تجھے صدا بھی نہ دے سکا

تو اُلجھ رہا تھا جو لہر سے تو مَیں تجھ سے دُور بھنور میں تھا
تیرے ڈُوبتے ہُوئے خواب کو، مَیں جو آسرا بھی نہ دے سکا

کڑے فاصلوں کی صلیب تھی، میرے اشک سے تیرے عفو تک
تجھے ہاتھ جوڑ کے پیار کا، کبھی واسطہ بھی نہ دے سکا

مجھے رتجگوں میں پرو گیا، تو فراق اوڑھ کے سو گیا
مَیں تجھے درازیِ عُمر کی، میری جاں! دُعا بھی نہ دے سکا

Marfat.com

آنسو بولتے ہیں

صدا کھو جائے غم کے جنگلوں میں
تو دُکھ اپنے دریچے کھولتے ہیں
بیاں آواز کا محتاج کب ہے
زباں چُپ ہو تو آنسو بولتے ہیں

Marfat.com

○

چہرۂ حالات کا بدلا ہُوا تیور ہوں میں
درد کی آنکھوں کا اِک چھلکا ہُوا ساغر ہوں میں

رہگذر کی گرد میں لپٹا ہُوا میرا نصیب
کیا کسی کو دوش دُوں کہ راہ کا پتھر ہُوں میں

اشک ہیں خوابوں کے قبرستان کے جلتے دیئے
زندگی ہے قبر میں، خود قبر سے باہر ہوں میں

جو کبھی رہتے تھے میری دسترس میں رات دن
آج اُن حالات کے پاؤں کی اک ٹھوکر ہوں میں

Marfat.com

اپنے ہاتھوں سے بجھائے ہیں نے اپنے سب چراغ
گرد گیا جو اپنے ہی سینے میں وہ خنجر ہوں میں

شامِ غم کو ضد ہے میرے ساتھ جلنے کی مگر
کیا خبر اُس کو کہ خود اِس شہر میں بے گھر ہوں میں

کیوں یہاں مہکے مری خوشبو سے کوئی انجمن
بوئے گل ہوں میں نہ کوئی مشک اور عنبر ہوں میں

کہہ رہی ہیں الوداع بجھتی ہوئی آنکھیں مری
ڈوبتی جاتی ہیں سانسیں بس کوئی دم بھر ہوں میں

لے گیا آخر سب کچھ وقت کا سیلِ رواں
آرزو کے گاؤں کا اُجڑا ہوا منظر ہوں میں

Marfat.com

○

اِک نورِ شب کو چار طرف پھیلتا رہا
تاروں کی اوٹ، کوئی مجھے دیکھتا رہا

وہ بھی تمام رات نہ سویا، نہ بات کی
میں بھی کسی خیال میں گُم، جاگتا رہا

نکلا نہیں تھا چاند مگر چاندنی رہی
بارش نہیں تھی پھر بھی بدن بھیگتا رہا

کچھ پل رہا وہ میری نگاہوں کے سامنے
پھر میں تمام عمر اُسے سوچتا رہا

سیلاب میں بھی راستے بنتے گئے مگر
اِک اشک تھا جو پاؤں مرے روکتا رہا

کاٹ اب سزا ندامتِ مہر و وفا کی تو
اندھے نگر میں آئینے کیوں بانٹتا رہا

اُٹھتی رہی بدن سے چھناکوں کی گونج سی
شب بھر مرے وجود میں کیا ٹوٹتا رہا

کوئی بہا کے اشک ہمیں دے گیا فریب
کوئی ہنسی دکھا کے ہمیں لُوٹتا رہا

شیشہ بنا تو آ لگے پتھر کئی مجھے
پتھر ہُوا تو راہ کے دُکھ جھیلتا رہا

اوڑھے غبارِ عمر بھر سانسوں کے شہر میں
اِک شخص زندگی کا پتہ پُوچھتا رہا

Marfat.com

جس نے مرے لہو میں اُتاری تھی روشنی
سپنا وہی تو خونِ مرا چاٹتا رہا

رُلتے رہے جو حق کو یہاں مانگتے رہے
اچھّا رہا جو بڑھ کے اسے چھینتا رہا

اُس نے کیا جو کام وہ میں نے نہیں کیا
یوں بے ادب سے بھی میں ادب سیکھتا رہا

جسموں کے قتل ہونے سے مرتی نہیں صدا
نیزے پہ بھی حسینؑ کا سر بولتا رہا

گاڑیں جہاں بھی ظلم نے اَن وار سُولیاں
جذبوں کا آفتاب وہیں پھوٹتا رہا

Marfat.com

نہ جانے گا زمانہ دُکھ دلوں کے
دریچے بند کر لو آنسوؤں کے

صداؤں کو ترس جاتے ہیں دریچے
گزر جاتے ہیں موسم آہٹوں کے

بکھیر دو راستوں میں مُسکراہٹ
گھروں میں چھوڑ آؤ غم گھروں کے

صلیبیں توڑ دو سب فاصلوں کی
گرا دو بُت دلوں سے نفرتوں کے

Marfat.com

دریدہ پیرہن ہُوں مَیں تو کیا ہے ؛
گریباں چاک ہیں بخیہ گروں کے

مِری آنکھوں کو پس منظر دکھاؤ
نہ پھینکو جال مجھ پر منظروں کے

گلے مِلتی ہے یُوں ہَنس ہَنس کے دُنیا
کھُلے ہوں مُونہہ جیسے خنجروں کے

بٹے ہیں خواب یُوں قریہ بہ قریہ
عذاب اُترے ہوں جیسے رتجگوں کے

بنامِ دین دوکانیں سجی ہیں
ہوئے مذہب پہ قبضے تاجروں کے

گِرے لاشے وہیں کردار کے بھی
جہاں میلے سجے قدآوروں کے

نہیں پلتے زمیں کی تہہ میں سارے
ٹھکانے اور بھی ہیں زلزلوں کے

اُچک لیں ریت کی آندھی نے مجھ سے
گہر میں نے بُنے جن سیپیوں کے

تصور کا ہوت کا آتا ہے ملنے
دکھا جاتا ہے منظر بُلبلوں کے

کفن پہنے گا سورج جب شفق کا
سُنے گی شام نوحے جگنوؤں کے

جلیں گی جاں کی دیواریں یہ کب تک
بدن دہکیں گے کب تک خواہشوں کے

خزاں کے کب یہاں سمٹیں گے سائے
دریچے کب کھلیں گے خوشبوؤں کے

Marfat.com

امیرِ شہر کی شمعوں کی خاطر
دیئے بجھتے رہیں گے مفلسوں کے

تمہیں عادت تھی سپنے دیکھنے کی
چُنو پلکوں سے ڈھیر اب کرچیوں کے

پلٹ آئیں، ضروری تو نہیں ہے
کھُلے ہیں بادباں جن کشتیوں کے

بکھر جائیں تو شب، سمٹیں تو دن ہو
عجب ہیں سلسلے اُن گیسوؤں کے

الٰہی: خیر ہو ایسے دیئوں کی،
جلے ہیں جو مقابل آندھیوں کے

ہوا مایوس واپس جا رہی ہے
سجے تھے پھول گھر میں کاغذوں کے

Marfat.com

صلیبیں ظُلم کی اُکھڑیں گی کب تک
بنیں گے پھُول کب سنگ راستوں کے

لہُو میں کب تلک ڈُوبیں گے سہرے
سُہاگ اُجڑیں گے کب تک دُلہنوں کے

سسکتے آنگنوں میں کب اے مولا!
جلوُس اُتریں گے بھیگی ساعتوں کے

یہ شب کٹنے سے پہلے ہی رگوں میں
اُتر جائیں نہ خنجر ظُلمتوں کے

ابھی منزل کہاں اے دل! چلا چل
ابھی سہنے ہیں صدمے پتھروں کے

کریں اتنا! کیا اِن پر بھروسہ
بدل جاتے ہیں تیور موسموں کے

چاہت کے بے داغ اُجالے اچھے لگتے ہیں
ساجن! تیرے خواب جزیرے اچھے لگتے ہیں

یادیں تیری اشکوں کو یوں پیار سے تکتی ہیں
جیسے بہنوں کو ماں جائے اچھے لگتے ہیں

پچھلی شب کے بھیگے لمحوں کے سناٹوں میں
کھلنے والے درد دریچے اچھے لگتے ہیں

Marfat.com

اپنے جگنو بھول کے میرے گھر آجاتی ہے
شب کو میرے اشک ستارے اچھے لگتے ہیں

جب سے اپنوں کے احوال کھلے ہیں آنکھوں پہ
تب سے دل کو لوگ پرائے اچھے لگتے ہیں

کوچہ کوچہ کیسے کیسے ماتم اترے ہیں
شہروں سے اب تو ویرانے اچھے لگتے ہیں

پتھر ہوں یا ظلمت، پھر بھی ایک مسافر کو
اپنے گھر تک جاتے رستے اچھے لگتے ہیں

سرد رگوں میں ہلکی ہلکی آنچ تو رہنے دو
جیون کے کچھ خواب ادھورے اچھے لگتے ہیں

لوگ مسلسل خوشیوں سے اکتا بھی جاتے ہیں
گاہے گاہے کے بچھوڑے اچھے لگتے ہیں

Marfat.com

دُنیا کی نظروں میں چاہے بدہوں پھر بھی تو
ماں کو اپنے راج دُلارے اچھّے لگتے ہیں

کون مرے اشکوں کے ماتھے پر لکھ دیتا ہے
ایسی عمروں والے ہنستے اچھّے لگتے ہیں

بکھرے ہوں گے ٹوٹ کے سپنے اُس کے بھی جس کو
پتھّر سے ٹکراتے شیشے اچھّے لگتے ہیں!

چھُو لیں جو انوارؔ! مرے احساس کی رفعت کو
مجھ کو ایسے لوگ اچھوتے اچھّے لگتے ہیں

سنّاٹا

خوابِ کی گلیوں میں سنّاٹا سا کیسا ہو گیا
خُون میں اپنے ہی تر شہرِ تمنّا ہو گیا
لاکھ تارے ٹُوٹنے سے بھی بُجھی کب روشنی
ایک دل ٹُوٹا تو جیون میں اندھیرا ہو گیا

Marfat.com

اس سے کہنا ذرا

اس کی خوشبو میں
ڈوبی ہوئی اے ہوا
آ مرے پاس آ
خود کو دامن سے تیرے میں یوں باندھ لوں
پھر نہ ہوں ہم جُدا
ساتھ تیرے سدا
میں بھی اُڑتا پھروں
اور گاتا پھروں
میں بھی نغمات اس کی عنایات کے
اُن کمالات کے، اُن حکایات کے
اُس کی آنکھوں سے پاؤں
جلا ہر گھڑی
نام کی اس کے دوں میں صدا ہر گھڑی
ساتھ میرے ہوں رقصاں
فضائیں سبھی
رشکِ عنبر ہوں میری ادائیں سبھی

Marfat.com

وجد میں ہوں
میرے ساتھ افلاک بھی
جھوم جائیے
فرشتوں کا ادراک بھی
میں اڑوں تو
میرے ساتھ اُڑ نہ سکیں
میرے درد و الم
میں چلوں تو
میرے ساتھ چل نہ سکے
سایۂ رنج و غم
میں رکوں تو
نہ پکڑے یہ پاؤں زمیں
میں جھکوں تو
نہ بوجھل ہو میری جبیں
وقت مجھ پہ نچھاور کرے کہکشاں
ہر طرف نور ہی نور کا ہو سماں
آندھیوں سے نہ مجھ کو پڑے واسطہ
بجلیاں میرا روکیں نہ پھر راستہ

Marfat.com

میرے اندر
اُداسی نہ گونجے کبھی

میرے باہر
نہ تنہائی برسے کبھی
میں جہاں بھی رہوں
میرے سر پر سدا اُس کا سایا رہے
اَبر اُس کی محبّت کا چھایا رہے
اے ہوائے خنک!
بادِ شہرِ وفا!
تُو مجھے اپنے دامن سے یوں باندھ لے
رفعتِ آسماں
ناز مجھ پہ کرے
کہکشاں کہکشاں
ہو یہ دھرتی جہاں
میرا احساس دھیرے سے پاؤں دھرے
زندگی جب کبھی
حبس میں ڈوب کر تلملانے لگے
تیرے ہاتھوں کے ٹھنڈے

Marfat.com

خُنک لمس کے نرم اعجاز سے
مُسکرانے لگے
جب چمٹنے لگیں
دل کی دیوار سے
گہری خاموشیاں
جب سمٹنے لگیں
شب کو شہرِ سماعت کی سرگوشیاں
ایسے ماحول میں
دل کے کشکول میں
اُس کے لفظوں کے سِکّے
چھنکتے رہیں
اُس کی آواز کے
پھول کِھلتے رہیں
سینۂ ہجر کے چاک سِلتے رہیں
اے ہوائے خُنک!
بادِ شہرِ وفا!
اس کے در سے گُزر اب کے ہو جو ترا

Marfat.com

اس سے کہنا ذرا
یہ ترا بے نوا
دے رہا ہے صدا
کرب ہے آشنا
لوگ نا آشنا
کون تیرے سوا
غم کی دے گا دَوا
اے مرے ساقیا!
دِلرُبا، ماہیا!
کس کو فرصت بھلا
کون آنسو ُبھرے
اپنے دامن میں لے
کون دے حوصلہ
سنگ زادوں کی بستی میں رہتا ہُوں میں
اشک بَن بَن کے آنکھوں سے بہتا ہُوں میں
کتنے برسوں سے
جاری ہے یہ سلسلہ
چیختا ہُوں تو کوئی بھی سُنتا نہیں
خوابِ بکھرے تو کوئی بھی چُنتا نہیں

Marfat.com

جو میرے ہر غم کو اپنے سینے لگا کے روتا، کوئی تو ہوتا
جو اپنی پلکوں پہ میرے اشکوں کے گُل پروتا، کوئی تو ہوتا

کوئی تو آتا محبتوں کی بہار بن کر، قرار بن کر
میں دُکھتی راتوں میں جاگت تو نہ وہ بھی سوتا کوئی تو ہوتا

کوئی تو اِک دن کہیں سے غم خواریوں کے جھرنے میں ڈھل کے آتا
سسکتی محرومیوں کے دامن سے داغ دھوتا، کوئی تو ہوتا

جو زندگی کے اُجاڑ رستوں کی دوپہریں، کڑے سفر میں
شجر اُگاتا، شرار چُنتا، گلاب بوتا، کوئی تو ہوتا

Marfat.com

اُتار لیتا دُکھوں کے سائے ، جو میرے سر سے بس اک نظر سے
وفا کی شبنم سے دشتِ احساس کو بھگوتا ، کوئی تو ہوتا

جو اپنی رِم جھم سے میری شہ رگ کے بجھتے موسم کو سبز کر کے
اُداس لمحوں میں چاہتوں کی دھنک سموتا ، کوئی تو ہوتا

لپیٹ کر جو ستارۂ صُبحِ نو کی کرنیں مرے بدن پر
سحر کے گہرے سمندروں میں مجھے ڈبوتا ، کوئی تو ہوتا

میں یونہی گر گر کے کتنے ہاتھوں سے کرچیوں میں بٹا ہوں اُب تک
جو مجھ کو پاتا تو پھر کبھی عُمر بھر نہ کھوتا ، کوئی تو ہوتا

سمیٹ لیتا کوئی تو انوار ! بکھرے بکھرے سے خواب ریزے
قدم قدم کہکشاں بچھاتا ، کوئی تو ہوتا ، کوئی تو ہوتا

Marfat.com

کبھی لبوں پہ بچھا لیا چپ کا جال میں نے
کبھی ہنسی میں چھپا لیا دل کا حال میں نے

مرے نقوشِ قدم رہیں گے گواہ میرے
ہوا کے رُخ پر چلی نہیں اپنی چال میں نے

نہ پوچھ کیسے دیئے بجھاتی ہوئی ہوا سے
بچا کے رکھا ہوا ہے تیرا خیال میں نے

رہا ہے احساس میرا اب کے برس بھی گھائل
کٹا ہوں پل پل، میں خود کہ کاٹا ہے سال میں نے

Marfat.com

نہ جانے کیسے ہُوا تجھے حوصلہ جفا کا
نہ جانے کیسے یہ سہہ لیا ہے ملال مَیں نے

ستم کے بارے میں مُسکرانا بھی کم نہیں ہے
کیا ہے دشمن کا یُوں بھی جینا محال میں نے

وہ سب سوالوں کا بن کے ایسا جواب آیا
مٹا دیا لوحِ جاں سے پھر ہر سوال مَیں نے

اُترتے دیکھا ہے یُوں ہی انوارؔ زندگی بھر
رفاقتوں پر جُدائیوں کا وَبال مَیں نے

Marfat.com

تصویر

تیری تصویر کو دیکھوں تو خیال آتا ہے
تو ہے یا نور کا سیلاب ہے ٹھہرا ٹھہرا
میری آنکھوں کے دریچوں میں یہ اُجلا اُجلا
تیرا چہرہ ہے کہ مہتاب ہے ٹھہرا ٹھہرا

تیری آنکھیں ہیں کہ شب تاب کے سنّاٹے میں
صفحۂ دل پہ دھنک اوڑھ کے اتری غزلیں
یا کسی جھیل میں کھلتے ہوئے پاکیزہ کنول
جن پہ سجدوں کے لیے چاند کی کرنیں مچلیں

تیری پلکوں کے افق پہ یہ تری پیشانی
صُبحدم جیسے کہ سُورج کا کنارا نکلے
تیرے عارض کے گلابوں پہ رُکے کچھ پل کو
اور پھر دُور تلک دُھوپ سنہری چمکے

Marfat.com

اِک تسلسل سے مری سمت یہ تکنا تیرا
جیسے مِل جائیں کڑی دھوپ میں گہرے سائے
چلتے چلتے ہُوئے خم کھاتی بھنوئیں یہ تیری
زندگی جیسے حسیں موڑ کوئی مُڑ جائے

تیرے ماتھے پہ کسی سوچ کی ہلکی سی لکیر
کہکشاؤں کی گزرگاہ نظر آتی ہے
جب بھی دھندلانے لگے میرے خیالوں کا سفر
روشنی سی مرے احساس پہ برساتی ہے

یہ ترے بال یہ بالوں میں چمکتی لہریں
جس طرح رات کی گلیوں میں دمکتے جگنو!
یا کسی شہر کو جنگل سے نکلتا رستہ
یا گھنی سیاہ سی پلکوں پہ خوشی کے آنسو

Marfat.com

جھلملاتے ہوئے رُخسار پہ تیرے جیسے
کارواں صحنِ حرم میں ہوں رُکے صبحوں کے
یا ستاروں میں گھرے وصل کے خوابوں کی طرح
آبگینے شہرِ شفق میں ہوں سجے کرنوں کے

تیرے لب ہیں کہ گلابوں سے لکھے دو مصرعے
جن میں رقصاں ہے تبسّم کسی خوشبو کی طرح
ڈھل کے نغمات میں خاموش تکلّم اِن کا
حجلۂ جاں میں اُتر جاتا ہے جادو کی طرح

جی میں آتا ہے کہوں تجھ سے کہ بولو جاناں
یہ کرشمہ بھی مرا درد دکھا دے شاید
ایک آواز یہ تو سات سُروں کا دریا
میرے صحرائے سماعت میں بہا دے شاید

لب ہلاتی نہیں تصویر کوئی بھی لیکن
رنگ تصویر کے خاموش نہیں رہ سکتے
کتنے مفہوم ہوا کرتے ہیں ان میں رقصاں
یہ وہ کہتے ہیں جو الفاظ نہیں کہہ سکتے

یوں اُترتا ہے ترا عکس نظر میں جیسے
روح کے دشت میں چاہت کا غزال آتا ہے
کیا تجھے پیش کروں، پھول، غزل، یا آنسو!
تیری تصویر کو دیکھوں تو خیال آتا ہے

❀❀❀

Marfat.com

○

یاد کی آبشار سناٹے۔!
درد کے رازدار سناٹے

آئے خوابوں کی پالکی لے کر
لے گئے اُس دیار سناٹے

سب کی سوچوں میں شور برپا ہے
سب کی رُوحوں کے پار سناٹے

زندگی رُخ بدل گئی کتنے
ہیں مگر برقرار سناٹے

ساتھ رہتے ہیں ہر قدم میرے
یہ مرے سوگوار سناٹے

Marfat.com

پاؤں میں بج رہی ہیں زنجیریں
اور سر پہ سوار سناٹے

ایک طوفان کی علامت ہیں
بحر کے بے کنار سناٹے

تر ہے شبنم سے صبح کا دامن
شب کو تھے اشکبار سناٹے

کر رہے ہیں کسی کی آہٹ کا
آج بھی انتظار سناٹے

بول تصویرِ یار کچھ تو بول
کچھ تو لب سے اتار سناٹے

اب کے اشجار ہر شجر چپ ہے
لے کے آئی بہار سناٹے

اے کاش!

جیون کے سمندر میں
کیوں اتنا تلاطم ہے
جو لہر اُبھرتی ہے
کیوں حشر بداماں ہے
تھمتی ہی نہیں موجیں
ٹلتے ہی نہیں طوفاں
کیوں سطح پہ پانی کی
رُکتے نہیں سناٹے
کیوں دُور کنارے سے
اُمید سِسکتی ہے
کیوں اَنت سمندر میں

Marfat.com

گُم گشتہ جزیروں کے
آثار نہیں ملتے
کس کرب میں روتی ہے
ساحل کی ہوا شب بھر
کیوں ناؤ ڈبونے کو
طوفان اُبھرتے ہیں
گھر جائیں بھنور میں جو
جیتے ہیں نہ مرتے ہیں

جیون کے سمندر میں
اے کاش کبھی کوئی
ایسا بھی سماں آئے
جو خواب بھٹکتا ہے
ہر لہر کے ہاتھوں میں
ساحل کا پتا پائے
گرداب بھی اُبھرے تو
گم گشتہ جزیروں کے
ملنے کی خبر لائے

Marfat.com

جیون کی کہانی میں
ہر موڑ پہ وحشت کا
کیوں رقص نہیں تھمتا
کیوں اشک نہیں رُکتے
کیوں چاک نہیں سِلتا
کیوں روگ نہیں ہرتے
کیوں شام اُجڑتی ہے
کیوں صُبح دہکتی ہے
کیوں زخم نہیں بھرتے
کیوں درد نہیں مٹتا
کیوں بات نہیں بنتی
کیوں جسم سُلگتا ہے
کیوں رُوح تڑپتی ہے
کیوں پھُول نہیں کھلتے
چاہت سے جو آنکھوں میں
یاں خواب پروتے ہیں
وہ درد کے مارے پھر
کیوں چھُپ چھُپ روتے ہیں

Marfat.com

جیون کی کہانی میں
اے کاش، کبھی کوئی
اِک موڑ ہو ایسا بھی
ہر زخم جہاں اپنا
ڈھل جائے گلابوں میں
اور اُن پہ محبّت کی
شبنم سی بکھر جائے
ہر شام کے آنگن میں
ہو رقص کناں خوشبو
ہر صُبح کے دامن میں
پیغامِ مسرّت ہو
لہرائے نہ آنکھوں میں
آلام کا سایہ بھی

جیون کی کہانی میں
اے کاش کہیں کوئی
اِک موڑ ہو ایسا بھی

خزاں

مَیں وہ خزاں ہُوں
کہ نارسائی کے دشت میں
جس نے چلتے چلتے
تھکن سے بے حال ہو کے جس بھی
شجر کے سائے میں
دم لیا تو
اُسی کے پتّے بکھر گئے ہیں

Marfat.com

تحفظ

چل مرے ساتھ اے سایۂ شامِ غم؟
رہ گیا ہے جو خونِ جگر چاٹ لے
مار دے گی تجھے شہر کی روشنی
آ مرے گھر کے آنگن میں شب کاٹ لے

Marfat.com

ہائیکوز

دُور سے اِک صدا سی آتی ہے
اوڑھ کے تن بدن پہ تنہائی
کون روتا ہے شب کے جنگل میں

کیا عجب زندگی کے موسم تھے
جب سے تُو زندگی سے رُوٹھا ہے
زندگی اِس طرف نہیں آئی

وقت کا کھیل بھی عجب ہے جو
کچھ غموں کو سمیٹ کے ہم پہ
کچھ نئے دُکھ اُتار دیتا ہے

شہر کی بھیڑ میں کسے فرُصت
کون دیکھے یہ بے بسی میری
ہر کوئی اپنی ذات میں گُم ہے

Marfat.com

یوں بھی دل کا قرار پاتے ہیں
آنسوؤں کے چراغ ہم اکثر
خود بجھاتے ہیں، خود جلاتے ہیں

یہ بہت بے مثال چیزیں ہیں
روح و لب تیرے نام کے مسکن
اور آنکھیں تری کنیزیں ہیں

ہر طرف زندگی کا میلا ہے
اتنے چہروں کے بیچ بھی یارب!
دل مرا کس قدر اکیلا ہے

شہر کی خاک چھان کر شب کو
لوٹتا ہوں تو گھر کی تنہائی
مجھ سے بے ساختہ لپٹتی ہے

Marfat.com

آرزوؤں کے سرد موسم میں
برف ہو جائے جسم بھی جب تو
کیوں یہ پرچھائیاں سلگتی ہیں

خواب کا انتظار تھا برسوں
خواب آیا تو میری آنکھوں سے
لے اُڑا نیند زندگی بھر کی

کہہ رہے ہیں بزرگ گاؤں کے
آج ہیں جس مقام پہ قبریں
کل وہاں قہقہے برستے تھے

خواب بکھرے ہیں جا بجا میرے
آج اِن زخم زخم ہاتھوں سے
کِس طرح کرچیاں سمیٹوں میں

Marfat.com

کتنا شیریں ہے یہ ترا لہجہ
پر تری نرم نرم باتوں سے
طنز کا زہر کیوں ٹپکتا ہے

زندگی کا یہ کونسا رُخ ہے
مِل بھی جائے خوشی بھی تو سر سے
غم کی پرچھائیاں نہیں جاتیں

ہجر میں زندگی گزاری ہے
پُوچھتا پھر رہا ہُوں ساحل سے
اُس نے کشتی کہاں اُتاری ہے

جب کسی چشم کو نہ نم دیکھا
مَیں نے اس کے کھُلے دریچے سے
دل میں جھانکا تو غم ہی غم دیکھا

Marfat.com

کاٹوں اُلجھے اُلجھے جال جُدائی میں
بیت گئے ہیں کتنے سال جُدائی میں

آنکھوں میں ہر شام اُتر کے کہتی ہے
اشکوں کا اِک جام اچھال جُدائی میں

تارا تارا دیکھے میری گھبراہٹ
رستہ رستہ پوچھے حال جُدائی میں

اُس کے ملنے کا سندیسہ لے کر آ
موسم! اب کے یُوں نہ ٹال جُدائی میں

Marfat.com

پچھلی شب کچھ ٹیسیں ملنے آتی ہیں
کہتی ہیں یوں روگ نہ پال جدائی میں

چہرے کا ہے رنگ خزاں کے پتے سا
اُتنا کیسا زرد ملال جدائی میں

چمکا ایک ہی نام دُعا کے ماتھے پہ
کیا کرتا میں اور سوال جدائی میں

رگ رگ میں اِک چاند کی خواہش جاگی تھی
چاندی کیوں نہ ہوتے بال جدائی میں

لمحہ لمحہ دل کو دھڑکا رہتا ہے
کٹ جائے گا یہ بھی سال جدائی میں

جنتر منتر والو! تم ہی بتلاؤ
کیا کہتی ہے اب کے فال جدائی میں

Marfat.com

دیکھا عید کا چاند تو میرے سینے میں
اُترا بن کے تیر ہلال جدائی میں

کہتے ہیں کہ عرش بھی ہل ہل جاتا تھا
دیتا تھا جب ہُوک بلالؓ جدائی میں

لکھ کے نام تمہارا اُس پہ ڈال دیا
مَیں نے پھولوں کا اِک تھال جدائی میں

منظر منظر تیرا جلوہ دیکھا ہے
چمکا تیرا اور جمال جدائی میں

اپنے سینے آپ لگا اور خود ہی سے
پُوچھا مَیں نے اپنا حال جدائی میں

اُبھرے جیسے آہٹ تیرے قدموں کی
ٹِک ٹِک بجتا ہے گھڑیال جدائی میں

Marfat.com

رکھ دیتا ہے ہاتھ تڑپتے دل پہ تو
دیکھا تیرا روز کمال جدائی میں

جاگتی ہیں انورؔ مرے سنگ آنکھیں بھی
سپنوں کی اک اوڑھ کے شال جدائی میں

Marfat.com

اُس نے جلا کے خواب کی دہلیز پر دِیا
پھر اس دِیے سے خوابِ مرا راکھ کر دیا

اِک شام نے نظر میں اُجالے سمو دیئے
اِک صُبح نے نظر کو فریبِ سحر دیا

کاٹی ہیں میرے ہاتھ کی ظالم نے اُنگلیاں
کیسے جلائے شہر میں میرا ہُنر، دیا

لُقمہ ڈبو کے زہر میں دے گا وُہ اب مجھے
سیلاب جس نے چھوڑ کے رہنے کو گھر دیا

Marfat.com

برسوں کے بعد اُس کی صداؤں نے آج پھر
دامن سماعتوں کا ستاروں سے بھر دیا

جاناں! تمہارے پیار کی مہکار کے عوض
ہم نے ہر ایک سانس ترے نام کر دیا

آیا نہیں وہ اور ستارے بھی ڈھل چکے
کِس دُھن میں جل رہا ہے مرا بے خبر دِیا

آخر وہ نہ آئے، مگر اُس کے نام کا
روشن سدا رہے گا سرِ رہگذر دِیا

Marfat.com

چاہتوں کے دائرے سے جب نکل جاتے ہیں لوگ
راستوں کے ساتھ چہرے بھی بدل جاتے ہیں لوگ

جا رہے ہو تم اگر سنگلاخ رستے چھوڑ کر
سوچ لینا، سنگِ مرمر پہ پھسل جاتے ہیں لوگ

رقص کرتے ہیں لہو کی آبشاروں میں یہاں
دشمنی میں کس قدر آگے نکل جاتے ہیں لوگ

موج میں آئیں تو کانٹے بھی سجا لیں جسم پر
اور جی چاہے تو کلیاں بھی مسل جاتے ہیں لوگ

Marfat.com

میں جو روتا تھا تو ہنستے تھے مرے رونے پہ سب
مسکراتا ہوں اگر میں اب تو جل جاتے ہیں لوگ

زہر، ظلمت، آگ، پتھر، اشک، سناٹے، لہو
زندگی کے جبر سے کیا کیا نگل جاتے ہیں لوگ

مجھ کو بہلایا ہے تیری یاد نے یوں جس طرح
نیند کے آنگن میں خوابوں سے بہل جاتے ہیں لوگ

حسرتوں سے دیکھتے ہیں ڈوبتے سورج کو جب
غم کی گہری شام کے سائے میں ڈھل جاتے ہیں لوگ

Marfat.com

سکوت

کہنا چاہوں بھی کچھ تو ہونٹوں سے
دل کی ہر بات لوٹ جاتی ہے
جیسے اک بدنصیب آنگن تک
آ کے یارات لوٹ جاتی ہے

Marfat.com

○

کیا کہوں کیا کیا ستم اِک جاں پہ کر جاتی ہے رات
جاگ اُٹھتے ہیں مرے سب غم تو مر جاتی ہے رات

میری آنکھوں سے ستاروں کا سمندر چھین کر
چند قطرے اوس کے پلکوں پہ دھر جاتی ہے رات

کاٹتی ہے وقت کے جنگل میں وحشت کا سفر
چیخ اُٹھتی ہے جو تنہائی تو مر جاتی ہے رات

رفتہ رفتہ ڈوب جاتا ہے جو سورج آس کا
دھیرے دھیرے دل کے آنگن میں اُتر جاتی ہے رات

روشنی میں بھی نظر آتی نہیں کیوں منزلیں
کیوں نہیں جاتے اندھیرے بھی اگر جاتی ہے رات

Marfat.com

دن نکلتا ہے تو در آتی ہے آنکھوں میں جلن
چھوڑ کر گلنار خوابوں کے شرر جاتی ہے رات

مُنعکس ہوتا ہے چہرے سے اُجالا رُوح کا
رُوح کالی ہو تو چہرے پر بکھر جاتی ہے رات

چاند سُورج کس کی دُھن میں رہتے ہیں محوِ سفر
کس نگر جاتا ہے دن اور کس کے گھر جاتی ہے رات

کروٹیں لے لے کے تھک جاتی ہے عقلِ نارسا
عشق کے بس ایک سجدے میں گزر جاتی ہے رات

بٹ رہی ہیں روشنی کے نام پر تاریکیاں
جس طرف جاتے ہیں یہ رہبر، اُدھر جاتی ہے رات

پھیل جاتی ہے دھنک انوارؔ دل سے تا اُفق
یاد کے خاکے میں کتنے رنگ بھر جاتی ہے رات

○

اُداسیوں میں سسک سسک کے بھرے جہاں سے گزر چکا ہے
بہار آئی تو اُس سے کہنا، وہ منتظر تیرا مر چکا ہے

رگوں میں بہتے لہو میں شامل تھا خوف جس کی تباہیوں کا
حدودِ شہرِ بدن میں آخر، وہ زلزلہ پاؤں دھر چکا ہے

کسی کے چہرے کی گرد دھونے کی آرزو اور جستجو میں
غبارِ غم بن کے اس کی راہوں میں خود بھی کوئی بکھر چکا ہے

بچانے آئے ہو چارہ گر بن کے آج جس کے اثر سے مجھ کو
وہ زہر تو نخلِ جاں کی گہری جڑوں میں کب کا اُتر چکا ہے

Marfat.com

بعید کیا ہے؟ کہ ایک دن جا ملے وُہ اپنے ہی دُشمنوں سے
جو جھُوٹی ہمدردیوں میں لپٹے سیاہ چہروں سے ڈر چکا ہے

وہی اُداسی، وہی سفر ہے، وہی درندے، وہی خطر ہے
وُہ جس میں اُگنے تھے چاند تارے وُہ شہر جنگل سے بھر چکا ہے

بدل بدل کے نئے لبادے نہ سامنے آ، اے خوابِ رفتہ!
تو اس سے پہلے بھی زندگی کو بہت پریشان کر چُکا ہے

حقیقتیں ہو گئی ہیں انوار مطلعِ حسنِ ظن سے ظاہر
کٹی ہے خُوش فہمیوں کی شب تو ہر ایک منظر نکھر چکا ہے

Marfat.com

○

گُل سرِ شاخِ جاں کھِلا کوئی
خوشبوؤں سے نگر بسا کوئی

بات دُنیا سے بڑھ گئی آگے
ہو گیا خود سے بھی خفا کوئی

شام لے آئی ساتھ ویرانے
اجنبی ہے نہ آشنا کوئی

اب یہاں زندگی نہیں رہتی
دے نہ در پر مرے صدا کوئی

سانس چلتے رہے دھُواں بن کر
خوں میں جلتی رہی چِتا کوئی

Marfat.com

تُو اگر دوست ہے تو آخر کیوں
مجھ سے کرتا نہیں گِلہ کوئی

موت آئے نہ موت سے پہلے
ہو نہ اپنوں سے یُوں جُدا کوئی

یاد آیا ترا بچھڑ جانا
بجھتے دیکھا اگر دِیا کوئی

اُس کے اشکوں کا ساتھ دینے کو
رو دیئے ہم تو ہنس پڑا کوئی

آپ کو دیکھ دیکھ جیتے ہیں
لب پہ لیکن نہیں صدا کوئی

یُوں بھی انورؔ رائیگاں تھے ہم
کیوں ہمیں آ کے پُوچھتا کوئی

Marfat.com

دو لمحے

تم تکتے ہو تو رنگوں کے
اک جھرنے میں بہہ جاتا ہوں
پر جب تم آنکھ ہٹاتے ہو
مَیں تنہا سا رہ جاتا ہوں

اُس گلی سے گزر کے دیکھ لیا
کہکشاں میں اُتر کے دیکھ لیا

رنگ و بُو میں وہ مُنفرد ٹھہرا
ہر چمن نے سنور کے دیکھ لیا

صبر آتا نہیں ہمیں تجھ بن
دل پہ پتھر بھی دھر کے دیکھ لیا

عکس پھیلا ہے اور بھی میرا
آئینوں نے بکھر کے دیکھ لیا

Marfat.com

کھو دیا ہم نے زندگی! تجھ کو
موت سے پہلے مر کے دیکھ لیا

اور کس کس کا خوف کھاؤ گے
اب تو خود سے بھی ڈر کے دیکھ لیا

زخم تو بھی نہ سی سکا میرے
جا ترا دم بھی بھر کے دیکھ لیا

شورؔ انوار: کیوں نہیں تھمتا
خود کو تنہا بھی کر کے دیکھ لیا

Marfat.com

○

اُس نگر حوصلوں پہ کیا گُزری
کچھ کہو، چاہتوں پہ کیا گُزری

ہم تو تھے غرق آب، کیا جانیں
دُور اُن ساحلوں پہ کیا گزری

دم بخود کیوں ہے چُپ کے جنگل میں
درد کی وحشتوں پہ کیا گُزری

کچھ نہ پُوچھو کہ شب کی خلوت میں
ہم سے تیرہ شبوں پہ کیا گُزرتی

Marfat.com

دشت کی بات چھوڑیئے، کہیئے!
شہر کی رونقوں پہ کیا گزری

آکے دیکھو کبھی کہ بن تیرے
غم کے مارے ہُوؤں پہ کیا گزری

در مرا پُوچھتا ہے مجھ سے، اُن
دستکوں، آہٹوں پہ کیا گزری

تو ہی بتلا، ہوا! کہ میرے بعد
گھر کی تنہائیوں پہ کیا گزری

زرد کیوں ہو گئے لب و رخسار
آپ کی رنگتوں پہ کیا گزری

مرنے والے تو مر گئے لیکن
سانس لیتے ہُوؤں پہ کیا گزری

جن کی کھلتے ہی اُڑ گئی خوشبو
سوچنا اُن گلوں پہ کیا گزری

وصل کی رُت میں سوچنا بیکار
ہجر کے موسموں پہ کیا گزری

ہم تو تھے راہرو ہمارا کیا؟
راستو! رہبروں پہ کیا گزری

جلنے والوں کو کیا خبر انوار!
بجھنے والے دِیوں پہ کیا گزری

Marfat.com

یاد

کفن اوڑھے ہُوئے
کچُھ خواب
سوئے ہیں جو کب کے
رُوح کے شہرِ خموشاں میں
ابھی لوٹے ہُوئے
بکھرے ہُوئے خوابوں کی برسی پہ
ہزاروں غم اُمڈتے ہیں
عجب میلہ سا لگتا ہے
جنہیں خُونِ جگر دے دے کے
مَیں نے جگمگایا تھا

Marfat.com

جنہیں آنکھوں کے اِس گلدان میں
مَیں نے سجایا تھا
اب اُن کی یاد آنکھوں کے
دریچوں میں سجاتا ہُوں
مَیں اِس شہرِ خموشاں میں
دھنک آمیز اشکوں کے
چراغ اَب بھی جلاتا ہُوں

Marfat.com

اُس وقت تم کہاں تھے؟

اُس وقت تم کہاں تھے
جیون تھا دوپہر جب!
ایسے میں تم ملے ہو!
جب شہرِ زندگی میں!
میری زخم زخم آنکھیں
میرے ٹوٹنے کا منظر
میری کرچیوں کا میلہ
ہر گام تک رہی ہیں
میرے سبز سبز موسم!
راہیں بدل رہے ہیں
میرے سانس بجھ رہے ہیں
میرے خواب مر رہے ہیں
میری راکھ اُڑ رہی ہے
میری شام ڈھل رہی ہے

Marfat.com

ملنا ہی تھا تو ملتے
جیون کی دوپہر میں
شاداب ولولوں کی!
وہ رَوِش تو دیکھ لیتے
میرے خوں میں تھی جو رقصاں
وہ تپش تو دیکھ لیتے!

Marfat.com

عید

ہاتھ میں تھامے ہوئے
خوشیوں کے گجرے
عید آتی ہے تو میں یہ سوچتا ہوں
سال بھر کے بعد آخر
وقت کا یہ اِک تبسّم
سال کے دُکھ کا مداوا تو نہیں

Marfat.com

حسرت و یاس میں دن رات جلیں گی آنکھیں،
اب نہ پلکوں سے کوئی خواب بُنیں گی آنکھیں

یہ تو لوگوں کا وطیرہ ہے؛ بُرا کیوں مانوں
مُسکرائیں گے اگر لب تو ڈسیں گی آنکھیں

ان کے ہنسنے پہ نہ جا ورنہ خبر تب ہوگی
جب صلیبوں کی طرح دل میں گڑیں گی آنکھیں

روشنی اِن کی ترے دم سے ہے قائم اب تک،
تُو چلا ہے تو بتا کیسے جئیں گی آنکھیں،

Marfat.com

تجھ سے چاہوں بھی تو اب دُور نہیں جا سکتا
پاؤں اُٹھے گا تو زنجیر بنیں گی آنکھیں

زندہ رہنا ہے اِنہیں تیری کنیزیں بن کر
اب ترے بعد کسی پہ نہ اُٹھیں گی آنکھیں

مُدّعا سن نہ مگر اِذنِ رسائی دے دے
تجھ کو دیکھیں گی فقط، کچھ نہ کہیں گی آنکھیں

یُونہی اخوانِ یہاں سنگ بکف لوگوں میں
زخم کھائیں گی سدا، اَشک پئیں گی آنکھیں

Marfat.com

○

اپنی ہر بات میں دے دے کے حوالے میرے
اُس سے کہنا کہ نہ یُوں درد اُچھالے میرے

میں نے پلکوں سے چُنے خار بھی جس کی رہ کے
اُس ستمگر نے بھی کانٹے نہ نکالے میرے

میں لہو دُوں گا چراغوں کو مگر وُہ آ کر
اپنے داغوں میں سجا لے گا اُجالے میرے

کچھ نہ پاؤں گا سرابوں کے سوا میں لیکن
دشت میں پھول کھلا جائیں گے چھالے میرے

Marfat.com

کتنے پُر نور حقائق کا پتا دیتے ہیں
دیکھنے کو تو یہ الفاظ ہیں کالے میرے

بانٹ لیتے ہیں یہ اشعار مرے ہر غم کو
یہ مرے لختِ جگر، لاڈ کے پالے میرے

ٹوٹنا دیکھتی ہو گی وہ لحد سے مجھ کو
جس کی ممتا نے کھلونے بھی سنبھالے میرے

لمحہ لمحہ دلِ انوارؔ دُعا دیتا ہے
تو سلامت رہے اے بھولنے والے میرے!

Marfat.com

شجر سایہ دار

میں وہ شجر ہوں جو خود کڑی دھوپ کی اذیت میں جل رہا ہے

مگر جھلستی ہوئی رُتیں اوڑھ کر بھی سایہ اُگل رہا ہے

Marfat.com

آخر

اَٹے ہوئے ہیں جو کانٹوں سے راستے تو کیا
قدم ضرور اُٹھیں گے اَٹک اَٹک کے سہی
سَفرِ حیات کا آخر گزر ہی جائے گا
ہنسی خوشی جو نہیں تو سِسک سِسک کے سہی

Marfat.com

غم کی برسات میں زندگی کٹ گئی
یوں ہی صدمات میں زندگی کٹ گئی

اُن کا اظہار بھی کر نہ پائے کبھی
جن خیالات میں زندگی کٹ گئی

آئیں گے دن بھلے سوچتے ہی رہے
بس اِسی بات میں زندگی کٹ گئی

زخم ملتے رہے، درد پلتا رہا
ایسے حالات میں زندگی کٹ گئی

Marfat.com

ہم کو ڈستے رہے جن کے دیوار و در
اُن مکانات میں زندگی کٹ گئی

جن کی آنکھوں میں سپنے ستاروں کے تھے
اُن کی حشرات میں زندگی کٹ گئی

چاند نکلا نہ آخر، پھر وصل کا
چاہِ ظلمات میں زندگی کٹ گئی

Marfat.com

دل سمندر ہے

دل سمندر ہے
اِس سمندر میں
ہر طرف سینکڑوں جزیرے ہیں
ہر جزیرے میں
ایک خیمہ ہے
اور پھر
اِن تمام خیموں میں
زندگی کی
اُداس یادوں کے
دیپ سے جھلملاتے رہتے ہیں

Marfat.com

کفِ وجود پہ رکھا ہوا عدم ہوں میں
ہوائے دشت ہے اور ریت پہ رقم ہوں میں

رگوں میں میری، محبت کی روشنائی بھر
کتابِ زیست کا سوکھا ہوا قلم ہوں میں

بجھے ہوئے ہیں ستارے مری تمنا کے
اداسیوں میں گھری شامِ چشمِ نم ہوں میں

میں لٹ گیا تو بکھر جائے گا کوئی غم سے
کسی غریب کی جوڑی ہوئی رقم ہوں میں

Marfat.com

لبوں پہ رقصِ تبسّم کو دیکھنے والو!
اُتر کے دیکھو جو مجھ میں تو غم ہی غم ہوں میں

تڑپ نہیں تو رہے گی خلیج بھی حائل
اگر ہے جذبہ صادق تو دو قدم ہوں میں

کسی نے پیار سے دی ہے مجھے صدا جب سے
خود آپ اپنی نگاہوں میں محترم ہوں میں

اے شہرِ عہد شکن! احترام کر میرا
کسی کے سر کی اُٹھائی ہوئی قسم ہوں میں

Marfat.com

الوداع

الوداع
الوداع بے خواب آنکھو! الوداع
تم مرے سنگ
جاگتی تھیں
قطرہ قطرہ رتجگوں کے زہر کو
تم مرے سنگ
جھیلتی تھیں
لمحہ لمحہ درد کی ہر لہر کو
سو گیا میں
نیند کے شانوں پہ سر رکھ کے کبھی
تم تُو نے میرے واسطے سپنے بُنے

Marfat.com

خواب جو تم نے بُنے
وقت نے اُن کے لیے پتھر چُنے
اور بس
مدفون خوابوں کی لحد پر دم بخود
عُمر بھر بس ہچکیاں سُنتا رہا
آرزوؤں کی شکستہ کرچیاں چُنتا رہا
ٹوٹتا تھا جب کوئی سپنا
تو رو دیتی تھیں تُم
اور گر جاتا تھا جب اِک
آس کا تارا تو پھر یُوں
آنسوؤں کے کتنے تارے
میری پلکوں پہ پرو دیتی تھیں تُم
جب کبھی
گُل ہو گئے
ہونٹوں پہ لفظوں کے چراغ
تم مرا احساس بن کر خود چراغاں ہو گئیں
بُجھتے لہجے کی ہتھیلی پہ فروزاں ہو گئیں
اور اب

Marfat.com

بجھنے لگے ہیں
میرے سانسوں کے دیئے
اپنے خوابوں کی طرح خود ٹوٹنے والا ہوں میں
وقت کے ہاتھوں سے آخر
چھوٹنے والا ہوں میں
میں نے چننے تھے جو کانٹے چن لیے
تم نے بننے تھے جو سپنے بن لیے
بڑھ رہی ہے
اب مری جانب یہاں
آخری ہچکی کی ناؤ جو مجھے
زندگی کے بحر کے
اس پار لے جانے کو ہے

اے مرے
جیون کے زیبا کنارو! شب بخیر
ساحلوں کی ریت میں مدفون سپنو! الوداع
الوداع تم کو مری بے خواب آنکھو! الوداع

نت نئے دیکھے ستم احباب کے

Marfat.com

اَب کوئی حرفِ تسلّی
کِس لیے ؟
دستکیں دیتا رہا ہُوں مَیں سدا
اَب کسی دَر کی تجلّی
کِس لیے ؟
عُمر گزری خُشک پتّے کی طرح
اَب کِسی وعدے کا گجرا
کیا کرُوں ؟
بے حِسی کی لُو نے جب جھُلسا دیا
اَب کِسی دامن کا سایا
کیا کرُوں ؟

دیکھ لیں
اَپنوں کی سب عیّاریاں
پُشت پیچھے کی ہنسی اور سامنے کی یاریاں
قدر دانی چاہتوں کی دیکھ لی
دیکھ لیں جذبات کی سَب حُرمتیں
ضوفشانی اُلفتوں کی دیکھ لی
دیکھ لیں سب قربتیں سب سنگتیں

بڑھ رہے ہیں
آج کیوں بہرِ عبادت وہ قدم
جو مجھے ہر دم کچلنے کے لیے تیّار تھے
اٹھ رہے ہیں
سامنے وہ ہاتھ کیوں بہرِ دعا :
جن میں کل میرے گریباں کے وہ الجھے تار تھے
دے رہے ہیں یوں سہری
اکھڑی ہوئی سانسوں کو اب وہ حوصلہ
جیسے مجھ کو زندگی کی بھیک دینے آئے ہوں
مکر میں
ڈوبے ہوئے لفظو تمہیں میرا سلام
مصلحت کی چال سے لبریز لہجہ : الوداع
الوداع اے کھوکھلے جھوٹے دلاسو : الوداع

رہبروں کی
بھیڑ میرے چار جانب تھی مگر
پھر بھی مجھ کو منزلوں کی روشنی نہ مل سکی
ہم سفر

وحشت رہی ہر موڑ پہ
ہر قدم اُڑتی رہی گردِ فغاں
کھو گیا رہ میں مرے جذبوں کا بہتا کارواں
جن کے نقشِ پا پہ میں
برسوں رہا ہوں گلفشاں
اُن کی جانب سے مجھے پتھّر ملے
مجھ کو چاہت کے عوض
بدلے ہوئے تیور ملے
زہر کے ساغر ملے اور طنز کے نشتر ملے

جب چراغِ منزلِ جاں
جھلملایا بھی کبھی
نوچ لی یوں آنکھ سے میری انہوں نے ہر کرن
میری پلکیں
تہہ بہ تہہ تاریکیوں سے بھر گئیں
پھول کو چھونے سے پہلے
تتلیاں ہی مر گئیں
تن بدن پہ اوڑھ کر
ملبوس جلتی دھوپ کا

Marfat.com

بے بسی سے میری خود رستے لپٹ کر رو پڑے
دیکھ کر ہنستے رہے انسان، پتھر رو پڑے
اِس غبارِ راہ میں گُم
میری منزل کے چراغو!
کہہ رہا ہے اِک مسافر
اب خدا حافظ تمہیں
الوداع سنگلاخ رستوں کی تھکن
الوداع اے رہبرو! اے رہنماؤ الوداع

اِک دِیا تنہا جلا ہے
رونقوں کے شہر میں
دَر بدَر کوئی پھرا ہے
دوستوں کے شہر میں
یُوں ہی ڈر ڈر کے جیا ہے
تہمتوں کے شہر میں
تشنہ لب جیون رہا ہے
ساقیوں کے شہر میں

Marfat.com

صرف سنّاٹا پیا ہے
دستکوں کے شہر میں
دھوپ کا دُکھ ہی مِلا ہے
برگدوں کے شہر میں

شہر، جس میں
ہر طرف
ہر سمت، ہر ہر موڑ پہ
زندگانی کے جھمیلے تھے بہت
اِن جھمیلوں میں بھی تا حدِّ نظر
کرب کے، تنہائیوں کے، غم کے میلے تھے بہت
لاکھ چٹکیں
خوشنما لفظوں کی کلیاں بھی مگر
ساتھ اُن کے
دل کی ویراں دھڑکنیں چہکیں
ضروری تو نہیں

لاکھ مہکیں
خلدِ لب میں

Marfat.com

مُسکراہٹ کے کنوَل
اور دریچے رُوح کے مہکیں
ضروری تو نہیں

عُمر بھر
محرُومیوں کا زہر چاٹا ہو اگر
بھُول جاتی ہے زباں خُوشیوں کے سارے ذائقے
لمحہ لمحہ جب
اُداسی کی رِدا بُنتا رہے
کون پھر چاکِ گریباں کو سِیئے
کیسے رِسیئے ؟

کیسے رِسیئے ! کیسے جیئے ؟
زندگی تم کو مُبارک
جینے والو ! السّلام
الوداع اے میری جلتی بُجھتی تنہائی کی شام !
رونقوں کے شہر میں اے غم کے میلو ! الوداع
الوداع اے آنسوُوں کے بہتے ریلو ! الوداع

Marfat.com

نوٹ

محترم قارئین ۔ آئندہ میری شاعری کی تمام نئی کتب
اور سابقہ کتب کے نئے ایڈیشن میرے انوار فریدی ہی
کے ادبی نام سے شائع ہوں گے اصل نام انوار المصطفیٰ ہمدمی
صرف میرے مخصوص معاملات میں استعمال ہوگا ۔
ادبی نام مستقل انوار فریدی ہوگا ۔

انوار فریدی

Marfat.com

صدا کھو جائے غم کے جنگلوں میں
تو دُکھ اپنے دریچے کھولتے ہیں
بیاں آواز کا محتاج کب ہے
زباں چُپ ہو تو آنسو بولتے ہیں

صدا کھو جائے غم کے جنگلوں میں
تو دُکھ اپنے دریچے کھولتے ہیں
بیاں آواز کا محتاج کب ہے
زباں چُپ ہو تو آنسو بولتے ہیں

Marfat.com